امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 62/72 — مورخہ ۱۶/محرم الحرام ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۵/اگست ۲۰۲۲ء روز سوموار — شمارہ نمبر 30

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، حکایات اہل دل
■ بین مذہبی شادیوں سے خاندانی......
■ دین اہل اللہ کی صحبت سے پیدا ہوتا ہے
■ ہندوستان کی تحریک آزادی میں......
■ ستارے جس کی گردراہ ہوں وہ آسماں تو ہے
■ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوجی حکمتیں
■ اخبار جہاں، طب وصحت، ہفتۂ رفتہ

بین السطور

فریب: نہ دیجئے، نہ کھائیے

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

انسانی سماج میں جن چند برائیوں نے مضبوط جگہ بنالی ہے، اور انہیں برائی اور گناہ سمجھنے کا تصور دن بدن ختم ہوتا جارہا ہے ان میں ایک ''فریب'' ہے ''فریب'' کے معنی لغت میں دھوکہ کے آتے ہیں، دھوکہ دینے والے کو فریبی، مکار، عیار دغاباز اور دھوکہ باز کہتے ہیں، فریب کی جو چند قسمیں سماج میں پائی جاتی ہیں ان میں ''فریب نفس'' سب سے اہم ہے، آدمی اپنی ذات کے بارے میں فریب میں مبتلا رہتا ہے، وہ اپنے کو بڑا اسکالر سمجھتا ہے، حالانکہ وہ شیر او رشیر میں فرق نہیں کرپاتا ہے، وہ اپنے کو بڑا عالم سمجھتا ہے، حالانکہ حقیقتاً اسے علم کی ہوا نہیں لگی، وہ معمولی بس کا ڈرائیور ہے؛ لیکن پائلٹ لکھ کر اپنے کو فریب دے رہا ہے۔ وہ معمولی کلرک ہے، لیکن اپنے کو ادارہ کے ذمہ داروں سے بھی بڑا سمجھتا ہے۔

فریب نفس کی ہی ایک قسم یہ ہے کہ آدمی اپنی صحت، جوانی، عہدے، مال اور جاہ ومنصب میں اس طرح کھو جاتا ہے، گویا یہ چیزیں ہمیشہ ہمیش اس کے پاس رہنے والی ہیں؛ حالانکہ موت اور بسا اوقات احوال وحوادثات ان چیزوں کو آسانی سے جدا کر دیتے ہیں اور فریب نفس کا شکار آدمی ٹوٹ کر رہ جاتا ہے، وہ چلتا پھرتا، کھاتا پیتا، ہنستا بولتا ہے؛ لیکن حقیقت میں 'فریب نفس' کے بت کے پاش پاش ہونے کی وجہ سے مردہ کی طرح ہو جاتا ہے اور زندگی میں ہی اسے فریب خوردہ ہونے کا عذاب مل جاتا ہے، جمیل مظہری نے اس فلسفہ کو ایک شعر میں پیش کیا ہے ؎

بقدر پیمانۂ تخیل سُرور ہر دل میں ہے خودی کا
اگر نہ ہو یہ فریب پیہم تو دم نکل جائے آدمی کا

انسان فریب پیہم میں مبتلا رہتا ہے، اور موت اسے آخری نیند سلا دیتی ہے، فریب کا طلسم ٹوٹ جاتا ہے، لیکن اب حقیقت کی دنیا میں آنے کا وقت نہیں رہتا، اب تو آخرت کے حقائق سے اس کا سامنا ہوتا ہے، جس کے لئے اس نے کچھ تیاری نہیں کی تھی۔ فریب نفس کی ایک دوسری قسم، اپنے بارے میں دوسروں کو دھوکہ میں ڈالنا ہے، اس مرض کا شکار آدمی جیسا ہوتا ہے ویسا نظر نہیں آتا، اور جیسا نظر آتا ہے ویسا ہوتا نہیں ہے، وہ اپنے کو ایماندار، شریف اور متواضع بنا کر سماج کے سامنے پیش کرتا ہے، حالانکہ ان چیزوں سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ پروفیسر لطف الرحمٰن کا ایک بڑا ہی بلیغ شعر ہے ؎

عجب طرز انا ہے یہ خاکساری بھی
قریب سے جو دیکھا تو خدا نکلا

گویا کہ خاکساری اور تواضع صرف دکھاوے کا ہے، حقیقت میں وہ اتنا متکبر اور اس قدر فخر وغرور رکھتا ہے کہ بزعم خود، خدا سے مقابلہ کر رہا ہے۔ یہ دورُخی زندگی اگر ایمان وعقیدہ کا جز بن جائے تو یہ فریب نفسی انسان کو منافق بنا دیتی ہے، وہ سوچتا ہے کہ میں دوسروں کو دھوکہ دیتا ہوں؛ حالانکہ وہ خود فریب خوردہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اللہ اور ایمان والوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں حالانکہ وہ خود دھوکہ کھا رہے ہیں جس کا انہیں احساس تک نہیں ہے۔ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ آمَنُوْ وَمَايَخْدَعُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْن. دوسری جگہ ارشاد فرمایا يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُم.

فریب کی یہ قسم خاص طور پر قابل مذمت ہے، اس سے بڑے مفاسد جنم لیتے ہیں، آدمی جن لوگوں پر اعتماد کرتا ہے اور جن کے ظاہری حرکات وسکنات سے ان پر اعتماد کرنے کو جی چاہتا ہے وہی دھوکہ پر اتر آتے ہیں اور معاملہ جن پر تکیہ تھا، وہی پتے ہوا دینے لگے کا ہو جاتا ہے، ایک شاعر نے اچھے انداز میں اس کی ترجمانی کی ہے ؎

دیکھا جو تیر کھا کے کمین گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہوگئی

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کا مقام جہنم کے نچلے طبقے میں رکھا ہے۔ ارشاد فرمایا: اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ.

فریب کی ایک قسم فریب نظر بھی ہے، اس میں آدمی خود دھوکہ کھا جاتا ہے، سامنے والے کی نیت دھوکہ دینے کی نہیں ہوتی، یہ فریب نظر ہے، تپتے ہوئے صحرا میں زمین کی حرارت سے اٹھ رہی لہر پانی نظر آتا ہے، حالانکہ وہاں ریت ہی ریت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَاءً ، حَتّٰى اِذَا جَائَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئاً. جیسے صحرا کا سراب کہ پیاسا اسے پانی سمجھتا ہے اور جب قریب جاتا ہے تو کچھ نہیں پاتا ہے، اسی بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ ہر چمکتی ہوئی چیز سونا نہیں ہوتی، شاعر نے کہا ہے ؎

نہ جا ظاہر پرستی پر اگر کچھ عقل ودانش ہے
چمکتا جو نظر آتا ہے سب سونا نہیں ہوتا

غالب کا فریب نظر کے سلسلے میں مشہور شعر ہے ؎

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

عملی اور معاملاتی زندگی میں بھی ان دنوں فریب اور دھوکہ کی کثرت ہوگئی ہے، وعدہ کرکے پورا نہ کرنا دھوکہ کی ہی ایک قسم ہے، آپ نے کسی سے کسی تقریب میں شرکت کا وعدہ کیا، مال ودولت فراہم کرانے کی یقین دہانی کرائی اور عین وقت پر مکر گئے، یہ بھی دھوکہ ہے، اسی وجہ سے وعدہ خلافی کو منافق کی علامتوں میں سے ایک علامت قرار دیا گیا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہا: اذا وعد اخلف جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے، خیانت بھی فریب کی ایک قسم ہے، کسی نے آپ کے یہاں امانت رکھ دیا، آپ نے اس کی امانت واپس کرنے سے انکار کر دیا یا اس میں تصرف کرکے اسے نیست ونابود کر دیا یہ بھی عملی فریب ہے اور اسی وجہ سے اس کو بھی منافق کی علامتوں میں سے ایک قرار دیا گیا ہے، اذاؤتمن خان، جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

دھوکہ اور فریب کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ معاملات میں جو کچھ طے ہوا ہے اس کی خلاف ورزی کی جائے، کاروبار میں اچھا مال دکھا کر سودا کیا جائے اور خراب مال سپلائی کر دیا جائے، پھٹے ہوئے تھان کو اچھا تھان کہہ کر بیچ دیا جائے، گول مرچ میں پپیتے کے بیج کی ملاوٹ کر دی جائے اور گول مرچ کہہ کر بیچ دیا جائے، اللہ کے رسول صلی اللہ وعلیہ وسلم نے ایسے لوگوں کو اپنی جماعت سے خارج قرار دیا ہے، فرمایا من غش فلیس منا، جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے، اس سلسلے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے کہ اگر اوپر کا گیہوں ہوا لگنے سے خشک ہوگیا ہو اور اندر کا تر ہو تو نکال کر دکھاؤ کہ اندر کا گیہوں بھیگا ہے، امام اعظم ابو حنیفہؒ کے تذکرے میں لکھا ہے کہ ایک تھان میں کچھ نقص تھا، خادم نے بغیر بتائے ہوئے بیچ دیا تو اس دن کی ساری آمدنی صدقہ کر دیا۔

اسلام نے ہر قسم کے فریب کی مذمت کی ہے تاکہ ایک ایسے سماج کی تشکیل کی جا سکے، جس میں کوئی کسی سے بلکہ خود سے بھی دھوکہ نہ کھائے اور معاشرہ میں ایک دوسرے پر اعتبار واعتماد کی ایسی فضا بنے کہ کسی بھی پریشانی اور مشقت کے وقت انسان ایک دوسرے کا دست وبازو بن سکے۔

دراصل فریب کی وجہ سے جو بے اعتمادی پیدا ہوئی ہے، اس سے سماج میں انسان کا مرتبہ تو کم ہوتا ہی ہے، اس سے انسان بہت ساری اخلاقی برائیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، دھوکہ دینا آسان ہے، لیکن جب انسان دھوکہ کھاتا ہے تو اس کی کراہیں نکل آتی ہیں۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے ہماری عزت بڑھتی ہے، یہ خیال بھی ایک فریب ہے، جو شیطان انسانوں کے دماغ میں ڈالتا ہے۔

دھوکہ دینے سے وقتی لذت وفائدہ کا حصول ہو سکتا ہے، لیکن جیسے ہی وقتی لذت ختم ہوتی ہے، انسان بے سکونی میں مبتلا ہو جاتا ہے، اسے یہ ڈر ستانے لگتا ہے کہ اگر ہمارا یہ فریب لوگوں پر کھل گیا تو کیسی رسوائی ہوگی، اس کے علاوہ اگر فریب اور دھوکہ کا معاملہ کسی پر نہ بھی ظاہر ہوا تو بھی وہ کراماً کاتبین سے چھپا ہوا نہیں رہ سکتا، اور آخرت کی رسوائی، دنیا کی رسوائی سے زیادہ سخت ہے۔

ہمارے زمانہ میں فریب اور دھوکہ دہی کی بعض ایسی صورتیں بھی نکل آئی ہیں، جس کا کوئی تصور ماضی میں نہیں تھا، اب بینک میں کلیرنس کے نام پر دھوکہ دینے والوں کی پوری فوج موجود ہے، آپ کے موبائل پر فون آتا رہتا ہے کہ آپ کو اتنی رقم انعام میں ملی ہے، بینک کی تفصیلات بھیجئے اور اپنے اکاؤنٹ میں جمع کرائیے، بہت سارے واقعات میں دیکھا گیا ہے کہ زمین کے دلال دوسرے کی زمین کو آپ کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں او پیسہ لے کر فرار ہو جاتے ہیں، سرکاری زمینوں کو بیچ دینے کا چلن تو عام ہے، اسی طرح غیر ملک میں نوکری دلانے کے نام پر موٹی موٹی رقمیں وصول کرکے لے بھاگنا عام سی بات ہے، لڑکیوں کو محبت کے جال میں پھنسا کر شادی کرنے کے عزم کا اظہار کرکے ناجائز جنسی تعلق کے بعد شادی سے مکر جانا، یہ سب فریب اور دھوکہ کی ہی مختلف شکلیں ہیں، اس لیے دھیان رکھئے نہ فریب دیجئے اور نہ فریب کھائیے، دنیا وآخرت کی بھلائی اسی میں ہے۔

اچھی باتیں

''زندگی چار دن کی ہے، دو دن تمہارے حق میں اور دو دن تمہارے خلاف، جب تمہارے حق میں ہو تو غرور مت کرنا، جب تمہارے خلاف ہو تو صبر کرنا ☆ انسان اپنی زندگی میں ہر چیز کے پیچھے بھاگتا ہے، مگر صرف دو چیزیں اس کا پیچھا کرتی ہیں، ایک اس کا رزق، دوسری اس کی موت ☆ اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کرو، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اس سے نجات دیدیں اور تمہیں اس میں مبتلا کر دیں ☆ توبہ قبول ہونے کی نشانی یہ ہے کہ انسان کا دل گناہ سے ہٹ جاتا ہے۔'' (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

''سماج کا معاشرتی پہلو تعصب کا شکار ہوتا جارہا ہے اور حد تو یہ ہوگئی ہے کہ ملک کے باشندے تجارت کرنے، ملازمت دینے اور یہاں تک کہ خالی مکانات کو کرایہ پر دینے میں بھی ایک دوسرے سے مذہبی بنیاد پر نفرت کا شکار ہوتے پائے جارہے ہیں، جس کے نتیجے میں ایک جانب ملک کی معیشت بُری طرح متاثر ہو رہی ہے اور بے روزگاری میں اضافہ ہو رہا ہے تو دوسری جانب محلے اور بستیاں ایک خاص مذہبی سوچ رکھنے والوں کی رہائش گاہ بنتی جارہی ہے۔'' (راشٹریہ سہارا ۱۰/اگست ۲۰۲۲ء)

اللہ کی باتیں----رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

حد سے زیادہ تعریف نہ کرو

''آپ کہہ دیجئے'' اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور ان لوگوں کے خیالات پر نہ چلو جو پہلے خود گمراہ ہو چکے ہیں اور بہتوں کو گمراہ کر چکے ہیں اور وہ سیدھے راستہ سے بھٹکے ہوئے تھے'' (سورۂ مائدہ:۷۷)

وضاحت: دین ایک قیمتی اثاثہ ہے، اس اثاثہ کی حفاظت کرنا ہر دیندار مسلمان کا فرض ہے، دین میں بگاڑ کا ایک بہت بڑا سبب دین میں اپنی مرضی سے کمی بیشی کرنا ہے، چاہے وہ عبادات میں ہو یا دینی شخصیات میں کہ کسی کی حد سے زیادہ تعریف کرنا، مثلاً انبیاء کی تعظیم کی حد یہ ہے کہ ان کو خلق خدا میں سب سے افضل سمجھا جائے، ان کے پیغام پر عمل کیا جائے وغیرہ، اس حد سے آگے بڑھنا اور انہیں کو خدا یا خدا کا بیٹا کہہ دینا اعتقادی غلو ہے، جیسا کہ یہودیوں نے حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا کہا اور نصاریٰ نے یہ کہہ دیا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم اللہ کے بیٹے ہیں، ان یہود و نصاریٰ نے دین میں اس قدر غلو کیا کہ وہ حقیقت اور اعتدال سے بہت دور چلے گئے، اگر وہ کسی سے محبت و تعظیم پر آئے تو اتنی تعظیم کی کہ اسے خدا کے درجہ تک پہونچا دیا اور جب کجروی پر آئے تو اتنی مخالفت کی کہ اس کی صداقت ہی سے انکار کر دیا اور بعض کو تو قتل کر ڈالا مذکورہ آیت میں اس کے اسی گمراہ کن عقائد و نظریات پر رب کائنات نے تنبیہ کی کہ اس طرح غلو آمیز نقطہائے نظر سے بچو اور جن کا جو مقام اور درجہ ہے اس کو اسی پر رہنے دو، مگر وہ اپنے عقیدے اور نظرے سے باز نہیں آئے، اب یہ نظریہ مسلمانوں کے بعض طبقوں میں سرایت کرتا جا رہا ہے، وہ بھی نبی اور اولیاء کے بارے میں حد سے زیادہ تجاوز کرتے جا رہے ہیں، حتی کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ فلاں پیر و بزرگ نے جو فرما دیا وہی اٹل ہے، اس میں کوئی ترمیم یا تغیر نہیں ہوسکتا اسی کو شخصیت پرستی کہتے ہیں، جو کہ اسلامی نقطہ نظر سے صحیح نہیں ہے، ماضی میں اسی غلو کی وجہ سے قومیں برباد ہوئیں کہ وہ اپنے مربی و مصلح کے تعلق سے افراط و تفریط کے شکار ہو گئے اور ان کی اصلاح و تربیت کے پیغام کو فراموش کر بیٹھے، چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ایک جگہ لکھا کہ حق تعالیٰ شانہ نے انسان کی اصلاح و تربیت کے لئے دو سلسلے رکھے، ایک کتاب اللہ اور دوسرے رجال اللہ، جن میں انبیاء علیہم السلام اور پھر ان کے نائبین علماء و مشائخ داخل ہیں، رجال اللہ کے اس سلسلہ کے متعلق زمانہ قدیم سے دنیا افراط و تفریط کی غلطیوں میں مبتلاء رہی ہے اور مذاہب میں جتنے فرقے پیدا ہوئے وہ سب اسی ایک غلطی کی پیداوار ہیں کہ کہیں ان کو حد سے بڑھا کر رجال پرستی تک نوبت پہونچا دی گئی اور کہیں ان کے بالکل قطع نظر کرتے حسبنا کتاب اللہ کو غلط معنی پہنا کر اپنا شعار بنا لیا گیا، ایک طرف رسول کو بلکہ پیروں کو بھی عالم الغیب اور خاص خدائی صفات کا مالک سمجھ لیا گیا اور پیر پرستی بلکہ قبر پرستی تک پہونچ گئی، دوسری طرف اللہ کے رسول کو بھی محض ایک قاصد اور چٹھی ارسال کی حیثیت دیدی گئی، آیت مذکورہ میں رسولوں کی توہین کرنے والوں کو بھی کافر قرار دیا گیا اور ان کو حد سے بڑھا کر خدائے تعالیٰ کے برابر کہنے والوں کو بھی کافر قرار دیا گیا، آیت ''**لاتغلو فی دینکم**'' اسی مضمون کی تمہید ہے، جس نے واضح کر دیا کہ دین اصل میں چند حدود و قیود ہی کا نام ہے ان حدود کے اندر کوتاہی کرنا اور کمی کرنا جس طرح جرم ہے اسی طرح ان سے آگے بڑھنا اور زیادتی کرنا بھی جرم ہے، جس طرح رسولوں اور ان کے نائبوں کی بات نہ ماننا ان کی توہین کرنا گناہ ہے، اسی طرح ان کو اللہ کی صفات مخصوصہ کا مالک یا مساوی سمجھنا اس سے زیادہ گناہ عظیم ہے۔ (معارف القرآن:۲۱۲/۳) انہیں بنیادوں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''**ایاکم و الغلوا**'' دین کے معاملہ میں غلو سے مت کام لو، کیونکہ تم سے پہلے لوگوں نے دین میں غلو اور مبالغہ آمیزی کیا جس کے نتیجہ میں وہ ہلاک کر دیئے گئے، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مبالغہ آمیزی سے انسان کی عقل کمزور ہو جاتی ہے اور اس پر شیطان کا تسلط ہو جاتا ہے، پھر وہ انسان کو وسوسوں میں مبتلا کرتا رہتا ہے اور آخر میں راہ ہدایت سے بھٹکا دیتا ہے، اس لئے امت مسلمہ کو دین میں غلو کرنے سے بچنا چاہئے اور اعتدال و توازن پر قائم رہنا چاہئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو غلو فی الدین سے محفوظ رکھے۔

سفارش کرو، اجر پاؤ گے

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی مسائل آتا اور آپ سے کوئی ضرورت طلب کرتا تو آپؐ فرماتے ہیں ''سفارش کرو اجر پاؤ گے اور ایک روایت میں ہے تا کہ تم اجر پاؤ اور وہ فیصلہ کرے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کی زبان پر جو چاہے فیصلہ کرے (یعنی تم میرے سامنے مسائل کی سفارش کر دیا کرو تا کہ تم اجر و ثواب کے مستحق ہو جاؤ (بخاری شریف)

مطلب: ہر شخص کی زندگی میں ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس کو دوسروں کا دست نگر بننا پڑتا ہے، خواہ وہ شخص جاہ و منصب اور اقتدار و حکومت کے تخت پر فائز ہی کیوں نہ ہو کسی نہ کسی وقت اس پر ایسی افتاد پڑتی ہے کہ اس کو دوسرے سے مدد لینے کی ضرورت پڑ جاتی ہے اس لئے ہر انسان کو اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی مدد کیلئے تیار رہنا چاہئے، ان کے ساتھ خیر خواہی و ہمدردی کرنی چاہئے اور ان کے دکھ درد میں شریک رہنا چاہئے تا کہ اس کی مصیبت کے وقت دوسرا بھائی شریک کار رہے، یاد رکھئے کہ کسی کی حاجت روائی کبھی ضائع نہیں ہوتی، نیکی ہمیشہ اچھے نتائج پیدا کرتی ہے، اگر آپ ضرورت مندوں کی حاجت روائی نہیں کر سکتے ہیں تو نرمی اور خوبصورتی سے معذرت کر دیجئے، مگر جھڑک کر ہرگز بات نہ کیجئے، دوسروں کا خیال رکھنے اور ان کی مدد کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آپ کسی دوسرے سے اس مستحق شخص کی سفارش کر دیجئے، اگر آپ نے کسی کے نیک کام کی سفارش کر دی تو آپ کو بھی اس نیک کام میں حصہ لینے کا اجر ملے گا، بخاری شریف کی روایت ہے کہ جس میں فرمایا گیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی سائل یا حاجت مند آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے فرماتے کہ تم سفارش کرو تمہیں بھی ثواب ملے گا، سفارش کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ اس سے حق دار کو حق مل جاتا ہے اور اس کے ذریعہ اس کی حوصلہ افزائی ہو جاتی ہے، البتہ ناجائز کاموں میں ہرگز کسی کی سفارش نہ کیجئے، ورنہ آپ بھی گنہگار ہوں گے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو نیک بات کی سفارش کرے گا، تو اس کے ثواب میں اس کا بھی حصہ ہوگا اور جو بری بات کی سفارش کرے گا تو اس کے گناہ میں وہ بھی حصہ پائے گا اور اللہ ہر چیز کا نگہبان ہے (نساء) اس لئے خیر اور بھلائی کے کاموں میں اپنی وسعت کے مطابق مدد کرتے رہئے اور شر کی آلائشوں سے اپنے دامن کو بچائے رکھے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

عقیقہ کسے کہتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

س: عقیقہ کسے کہتے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے، کب تک عقیقہ کیا جا سکتا ہے؟ تفصیل سے روشنی ڈالئے۔

ج: بچہ کی پیدائش پر ساتویں دن بچہ کی طرف سے اللہ کے نام جانور ذبح کرنے کو عقیقہ کہتے ہیں، عقیقہ سنت ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسوں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے خود ہی عقیقہ فرمایا تھا:

''عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عق عن الحسن والحسین رضی اللہ عنہما کبشا کبشا'' (ابو داؤد: ۳۹۲، کتاب الضحایا)

عقیقہ میں لڑکے کی طرف سے دو بکرے یا بڑے جانور میں دو حصے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرا یا بڑے جانور میں ایک حصہ ذبح کرنا مستحب ہے، عقیقہ کا سب سے اچھا وقت پیدائش سے ساتویں دن ہے، پھر چودہویں پھر اکیسویں، اگر ان دنوں میں بھی نہ کر سکے تو عمر بھر میں کسی دن بھی عقیقہ کیا جا سکتا ہے، البتہ بہتر ہے کہ جب بھی عقیقہ کیا جائے پیدائش کے ساتویں دن کا لحاظ رکھا جائے۔

عقیقہ کے دن بچہ کا اسلامی نام رکھا جائے، نیز اس کے سر کا بال صاف کر کے اس کے ہم وزن چاندی صدقہ کیا جائے:

''عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: کل غلام رھینۃ بعقیقہ تذبح عنہ یوم سابعہ ویحلق ویسمیٰ'' (سنن ابی داؤد: ۳۹۲، کتاب الضحایا)

''عن بریدۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: العقیقۃ تذبح لسبع، ولاربعۃ عشر ولاحدیٰ وعشرین (السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۶۳/۹) **قال الشافعی رحمہ اللہ، روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ عق عن الحسن والحسین وحلق شعورھما وتصدقت فاطمۃ بزنتہ فضۃ''** (السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۵۶/۹)

لڑکے کے عقیقہ میں ایک بکرا ذبح کرنا

س: اگر کوئی آدمی اپنے لڑکے کا عقیقہ کرنا چاہے لیکن اس کے پاس دو بکرے کی صلاحیت نہ ہو تو کیا ایک بکرا ذبح کر سکتا ہے؟

ج: اگر صلاحیت ہو تو لڑکے کے عقیقہ میں دو بکرا ذبح کرنا مستحب ہے اور اگر دو کی وسعت نہ ہو تو ایک ذبح کرنے سے بھی عقیقہ ہو جائے گا:

''عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہ لم یکن یسألہ احد من ولدہ عقیقۃ الا اعطاہ ایاھا، وکان یعق عن اولادہ شاۃ شاۃ عن الذکر والانثیٰ'' (السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۶۰/۹)

کیا بچہ کے نانا نانی کے عقیقہ کرنے سے عقیقہ ادا ہو جائے گا

س: ایک بچہ ہے، اس کے نانا نانی خود عقیقہ کرنا چاہتے ہیں تو کیا عقیقہ ادا ہو جائے گا، یا اس کے والدین کو ہی کرنا ہوگا؟

ج: اصولی طور پر بچہ کا عقیقہ اسی کے ذمہ ہے جس پر اس کا نفقہ ہے، البتہ بچہ کا نانا نانی عقیقہ کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں، اس سے عقیقہ کا استحباب ادا ہو جائے گا، کیونکہ سیدنا حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ ان کے نانا محترم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی کیا تھا:

''عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عق عن الحسن والحسین رضی اللہ عنہما کبشا کبشا'')(ابو داؤد: ۳۹۲، کتاب الضحایا)

دو مختلف مقامات اور تاریخ میں عقیقہ کا جانور ذبح کرنا

س: لڑکے کے عقیقہ میں دو بکروں میں سے ایک بکرا اس کے دادیہال میں اور ایک بکرا اس کے نانیہال میں کیا جائے، اسی طرح ایک ساتویں دن اور ایک آٹھویں دن کیا جائے تو عقیقہ صحیح ہوگا یا نہیں؟

ج: عقیقہ میں ایک جانور دادیہال میں اور ایک جانور نانیہال میں کیا جائے اسی طرح ایک کو ساتویں دن اور دوسرے کو آٹھویں دن کیا جائے تو عقیقہ ادا ہو جائے گا، البتہ دونوں جانوروں کو ساتویں دن ہی عقیقہ میں ذبح کرنا چاہئے، آٹھویں دن ذبح کرنے سے وقت کی فضیلت حاصل نہیں ہوگی:

''ولو قدم یوم الذبح قبل یوم السابع أو اخرہ عنہ جاز الا ان یوم السابع افضل'' (تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ: ۳۶۷/۶)

پیدائش کے چھٹے دن عقیقہ کرنا

س: ہمارے یہاں چھٹی کا رسم ہے، یعنی بچہ کی پیدائش کے چھٹے دن اس کا بال صاف کیا جاتا ہے اور دعوت کی جاتی ہے، اس میں ہم عقیقہ کر دینا چاہتے ہیں، صحیح ہے یا نہیں؟

ج: چھٹی کا رسم غلط ہے، مسنون و مستحب طریقہ یہ ہے کہ پیدائش کے ساتویں دن بچہ کا بال صاف کیا جائے، اس کے ہم وزن چاندی صدقہ کیا جائے، اس کا اچھا نام رکھا جائے اور عقیقہ کیا جائے، اس طریقہ پر عمل کرنے میں برکت اور ثواب ہے، تاہم اگر کسی نے چھٹے دن ہی عقیقہ کر لیا تو عقیقہ تو ہو جائے گا، البتہ وقت کے اعتبار سے افضلیت حاصل نہیں ہوگی:

''ولو قدم یوم الذبح قبل یوم السابع أو اخرہ عنہ جاز الا ان یوم السابع افضل'' (تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ: ۳۶۷/۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 62/72 شمارہ نمبر 30 مورخہ ۱۶/محرم الحرام ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۵/اگست ۲۰۲۲ء روز سوموار

ماسٹر اسٹروک

بہار کے وزیر اعلیٰ نتیش کمار نے اپنی ہنرمندی اور کامیاب چال کے ذریعہ بی جے پی کا تختہ پلٹنے میں کامیابی حاصل کرلی ہے، اور آٹھویں بار وزیر اعلیٰ کی کرسی پر براجمان ہوگیے ہیں، اس ہنرمندی کو انگریزی میں ماسٹر اسٹروک کہتے ہیں، یہ لفظ ان کے لیے بی جے پی نے ۲۰۱۷ء میں استعمال کیا تھا، جب نتیش کمار نے عظیم اتحاد کو چھوڑ کر بھاجپا سے ہاتھ ملالیا تھا، لالو پرساد یادو نے انہیں ''پلٹورام'' کہا تھا، پانچ سال میں معاملہ پھر سے الٹ گیا ہے تو اب راجد والے انہیں ماسٹر اسٹروک لگانے والا کہہ رہے ہیں، اور بھاجپا والے پلٹورام، بھاجپا یہ بھی کہہ رہی ہے کہ یہ جمہوریت کا قتل ہے، عوامی رائے دہی کی تذلیل ہے، سوال یہ ہے کہ جب ۲۰۱۷ء میں نتیش کمار عظیم اتحاد چھوڑ کر بھاجپا سے مل گیے تھے تو جمہوریت کا قتل اور عوامی رائے دہی کی توہین نہیں ہوئی تھی اس وقت بھاجپا نے یہ سوال کیوں نہیں اٹھائے تھے، مثل مشہور ہے ''میٹھا میٹھا ہپ، ہپ کڑوا کڑوا تھوتھو'' سیاسی جماعتوں کا یہی حال ہے، اقتدار کے حصول کے لیے یہ لوگ کسی حد تک جاسکتے ہیں، نہ پارٹی کا اصول ونظریہ سامنے رہتا ہے، اور نہ ہی اخلاقی اقدار، کرسی سامنے نظر آئے تو کسی طرح لپک کر پکڑلو۔

ایسے نتیش کمار نے این ڈی اے سے دامن چھڑا کر بہت اچھا کیا، جس طرح این ڈی اے نے ''چراغ ماڈل'' قبول کر کے جد یو کی بہت ساری سیٹوں کو ہار میں تبدیل کرایا تھا، اس کا احساس نتیش کمار کو اسی وقت ہوگیا تھا، پھر آر سی پی سنگھ جو جدیو سے نکالے ہوئے تھے، ان کو سامنے رکھ کر بھاجپا جدیو کو توڑنے میں لگ گئی تھی، حکومت کے اہم فیصلہ لینے میں بھاجپا روڑے اٹکاتی تھی اس کو نتیش کمار اپنی تذلیل سمجھتے تھے، یہ توہین، آمیز سلسلہ اس قدر دراز ہوگیا تھا کہ نتیش کمار ایک بار اسمبلی میں اسپیکر سے بھی بھڑ گیے تھے، موجودہ صدر اور نائب صدر جمہوریہ کے انتخاب میں انہوں نے بھاجپا کا ساتھ پوری ایمانداری سے دیا تھا کیونکہ وہ بہار اڈیشہ، جھارکھنڈ میں رہ رہے آدی باسیوں کو ناراض کرنا نہیں چاہ رہے تھے، لیکن ان کے اندر جو خفگی تھی اس کی وجہ سے نتیش کمار نے صدر ونائب صدر کی استقبالیہ اور الوداعیہ تقریب سے اپنے کو دور رکھا، نیتی آیوگ کی میٹنگ میں بھی دوسرے وزراء اعلیٰ کے ساتھ وہ شریک نہیں ہوئے، جلتے میں گھی کا کام بھاجپا کے صدر جے پی نڈا کے بیان نے کیا، جس میں انہوں نے بہار کی راجدھانی پٹنہ میں اپنے کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ ساری علاقائی پارٹیاں ختم ہو جائیں گی، صرف بھاجپا رہ جائے گی، نتیش جی کو یہ بات بھی بُری لگی کہ امیت شاہ نے اپنے کارکنوں کو دوسو اسمبلی سیٹ پر تیاری کا حکم دیا، ظاہر ہے اس کا کھلا ہوا مطلب تھا کہ بھاجپا موقع ملتے ہی نتیش کمار کو سائڈ کرنے کا پروگرام بنا چکی ہے، اور مہاراشٹرا کی طرح اسمبلی ارکان کی خرید وفروخت آر سی پی سنگھ کے ذریعہ کرا رہی ہے، ایسے میں نتیش کمار کو اپنی بقاء کی جنگ لڑنی تھی اور اس کا آسان طریقہ یہی تھا کہ بھاجپا کو چھوڑ کر عظیم اتحاد کا ہاتھ پکڑ لیا جائے، نتیش کمار نے تسلیم کیا کہ ۲۰۱۷ء میں عظیم اتحاد سے الگ ہونا ان کی سیاسی اعتبار سے بڑی بھول تھی۔ جب ساری ڈیل مکمل ہوگئی تو رسمی طور پر نتیش کمار جی نے اپنے پارلیامنٹ اسمبلی اور عہدیداروں کی میٹنگ بلائی اور انہیں کہا کہ این ڈی اے حکومت میں ہمارے ساتھ توہین آمیز سلوک ہوتا رہا ہے اور پارٹی توڑنے کی کوشش ہورہی ہے، کارکنوں نے حامی بھری اور نتیش جی نے گورنر کو اپنا استعفیٰ دے دیا، پھر رابڑی دیوی کے یہاں وہ عظیم اتحاد کے لیڈر چن لیے گیے اور ۲۰۱۷ء لوٹ کر آگیا، پہلے مرحلہ میں ۱۰/اگست کو وزیر اعلیٰ اور نائب وزیر اعلیٰ کی حلف برداری بھی ہوگئی اور اس طرح نتیش کمار آٹھویں بار وزیر اعلیٰ اور تیجسوی یادو دوسری بار نائب وزیر اعلیٰ بن گیے، انہوں نے ایک سو چونسٹھ ارکان اسمبلی کے دستخط گورنر کو پیش کیے اور بات بن گئی، جلد ہی وزارت کی توسیع ہوگی، جس میں نہال الدین ایم ایل اے رفیع گنج، اختر الاسلام شاہین، سمستی پور، کانگریس سے شکیل احمد خان کا نام مسلمان کوٹے سے آرہا ہے، ایک نام عبدالباری صدیقی کا بھی ہے، لیکن وہ دونوں ایوان میں سے کسی کے ابھی ممبر نہیں ہیں۔

نتیش کمار اس سے قبل پہلی بار ۳/مارچ ۲۰۰۰ء سے ۱۰/مارچ ۲۰۰۰ء تک، دوسری بار ۲۴/نومبر ۲۰۰۵ء سے ۲۴/نومبر ۲۰۱۰ء تک، تیسری بار ۲۶/نومبر ۲۰۱۰ء سے ۱۷/مئی ۲۰۱۴ء تک، چوتھی بار ۲۲/فروری ۲۰۱۵ء سے ۱۹/نومبر ۲۰۱۵ء، پانچویں بار ۲۰/نومبر ۲۰۱۵ء سے ۲۶/جولائی ۲۰۱۷ء، چھٹی بار ۲۷/جولائی ۲۰۱۷ء سے ۱۶/نومبر ۲۰۲۰ء، ساتویں بار ۲۵/نومبر ۲۰۲۰ء ۹/اگست ۲۰۲۲ء تک وزیر اعلیٰ رہ چکے ہیں، اس درمیان میں صرف ایک بار انہوں نے استعفاء جیتن رام مانجھی پر اعتماد کر کے انہیں وزیر اعلیٰ بنا دیا تھا، ان کا خیال تھا کہ چہرہ مانجھی رہیں گے اور حکومت پردے کے پیچھے سے وہ کریں گے، لیکن جلد ہی مانجھی کو وزیر اعلیٰ ہونے کا احساس ہوگیا اور اسمبلی میں عدم اعتماد تحریک پر ووٹنگ ہونے سے پہلے ہی مانجھی کو استعفیٰ دے دینا پڑا تھا، نتیش کمار مانجھی کو وزیر اعلیٰ بنا کر ''لالوازم'' والی سیاست کرنا چاہتے تھے، لیکن وہ بھول گیے تھے کہ لالو نے اپنی بیوی رابڑی دیوی کو وزیر اعلیٰ بنایا تھا کہ جب بھی وہ مانگ میں سندور لگائے لالو ان کے دل ودماغ میں سماتے رہیں اور وہ حکومت پر قبضہ کی سوچ بھی نہ سکیں، مانجھی جی میں ایسی کوئی بات نہیں تھی، اقتدار ملا تو وہ نتیش جی کے احسان کو بھول گیے اور اپنی راہ چل پڑے، جس کی تلافی وہ آج تک نتیش جی کی حمایت کر کے کررہے ہیں۔

حکومت تو بن گئی ہے، لیکن دردسر کم نہیں ہے، مہنگائی عروج پر ہے، بے روزگاری دور کرنے کا تیجسوی کا وعدہ قدیم ہے، اقلیتوں سے متعلق اداروں میں عہدیدار برسوں سے غائب ہیں، ڈبل انجن کی سرکار میں دونوں طرف جو کھینچ تان تھی، اس کی وجہ سے کام کاج ٹھپ پڑا ہوا تھا، نئی حکومت کس طرح اس پر قابو پائے گی عوام کی نگاہ اس پر ٹکی رہے گی، فی الوقت تو نئی حکومت کے لیے نیک خواہشات اور ڈھیر ساری دعائیں۔

مدارس اسلامیہ کا تعلیمی مزاج

مدرسہ کی تعلیم کا ایک مزاج ہے، اس تعلیم کے کچھ مقاصد ہیں، ان مقاصد اور مزاج کو ترک کر کے مدرسہ اپنی حیثیت کھو دے گا، اور دوسرے علوم کے میدان میں لگ جانے کی وجہ سے کم از کم ان مقاصد سے دور ہوجائے گا، جس کے لیے

اسے قائم کیا گیا تھا، اس مسئلہ کو اس نقطۂ نظر سے بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ راجندر سنگھ سچر کمیٹی کی رپورٹ بتاتی ہے کہ جتنے مسلم لڑکے تعلیم حاصل کررہے ہیں، ان میں صرف چار فی صد وہ ہیں جو مدارس میں پڑھ رہے ہیں، چھیانوے فی صد لڑکے کالج، اسکول اور یونیورسیٹیوں میں پڑھتے ہیں، ان کو پڑھانے والے وہ ہیں جو دانشوروں کی اصطلاح میں ٹرینڈ ہیں، انہیں سرکار اس کام کے لئے موٹی تنخواہیں دیا کرتی ہے، یہ چھیانوے فی صد مسلم طلبہ جنہیں روزی روٹی کے لیے پڑھایا جاتا ہے، یہ فارغ ہوکر پیشہ وارانہ کاموں کے لیے موٹی موٹی رقم لیا کرتے ہیں، پھر بھی وہ مسلمانوں کی معاشی بدحالی دور کرنے میں ناکام ہیں، مسلمان آج بھی مفلسی اور پس ماندگی کی زندگی گذار رہا ہے، پھر بھلا ان چار فی صد کو بھی انہیں کاموں میں لگا دیا گیا تو کون سا انقلاب آجائے گا، اور پھر جب سارے علوم میں اسپسلائزیشن اور تخصص کو ضروری سمجھا جارہا ہے تو پھر دینی علوم میں ان چار فی صد کو تخصص کے لیے کیوں نہیں چھوڑا جاتا، یہ ہماری مذہبی ضرورت ہے، ان سے مسجد کے منبر ومحراب آباد ہیں، گاؤں کے گاؤں اور محلوں کے محلوں کا سروے کرلیجئے، ایک آدمی ایسا نہیں ملے گا، جو کسی دوسرے کام سے لگا ہوا ہو اور پابندی سے مسجد کی امامت اور بچوں کی بنیادی دینی تعلیم کے لیے وقت نکال رہا ہو، اپنی نماز پڑھ لینا اور بات ہے یہ تو اپنی ذمہ داری ہے، اس سے ملت کا کیا فائدہ ہورہا ہے، ہاں نماز پڑھانے کی ذمہ داری قبول کرنا ضرور ملی کام ہے، اگر ان چار فی صد کو بھی دوسرے کام میں لگا دیا گیا تو مسجد کے منبر ومحراب کے لیے مستقل اماموں کا مسئلہ کھڑا ہوگا اور یہ بڑا ملی نقصان ہوگا، ہمارا دانشور طبقہ ان کی معاشی حالت کو لے کر بھی سوال اٹھاتا رہتا ہے، ان دانشوروں سے پوچھا جانا چاہیے کہ کمیٹیوں میں تو آپ ہی لوگ غالب ہیں، پھر ان کے مقام ومرتبہ کے اعتبار سے ان کو تنخواہیں کیوں نہیں دیتے تو بغلیں جھانکنے لگیں گے۔

موبائل کلچر

موبائل نے انسان کی ایک بڑی ضرورت پوری کردی ہے، پہلے حالات کی ترسیل اور ضرورت کی تحریر دوسروں تک پہونچانے کا ذریعہ خط تھا، ٹیلی گرام نے تھوڑی تیز رفتاری دکھائی، پھر لینڈ ٹیلی فون سے کام چلنے لگا، لیکن پول پر لگے تار کبھی ٹوٹ جاتے، کبھی مشین خراب ہوجاتی اور کبھی آپریٹر غائب ہوتا، اب آپ پریشان ہوتے کہ کس طرح جلد سے جلد خبر پہونچائی جائے، پھر موبائل آگیا، جیب میں لے کر گھومتے رہیے، شروع میں Incoming اور Outgoing دونوں میں کٹتی تھی، پھر سہولت ہوئی تو آنے والے کال فری ہوئے، زمانہ تک آنے والے کال پر رومنگ چلتا رہا اور سفر میں دشواری پیش آتی رہی، اس کے بعد پاور سسٹم شروع ہوا ہے، کمپنی کو اتنی رقم پاور کے نام پر پہلے مل گئی اور آپ خوش کہ اب رومنگ فری ہوگیا، ہے، ریلائنس نے ''جیو'' دیا اور کئی مہینے تک فری کے آفر نے ایسا لبھایا کہ نوٹ بندی کے بعد بینکوں میں لگی لائن کی طرح وہاں بھی جوانوں کی لمبی لمبی لائن دیکھی گئی۔

موبائل سٹ میں بھی تبدیلیاں آتی رہیں، پہلے نوکیا (NOKIA) کا سیٹ میدان میں تھا، پھر دوسری کمپنیاں سم سنگ، الکاٹیل وغیرہ کے جدید ترین سٹ آنے لگے، قیمتیں آسمان کو چھو رہی تھیں، لیکن جب مارکیٹ میں کمپٹیشن شروع ہوا تو اس میں بھی خاصی کمی آئی اور اب حال یہ ہے کہ ہزار بارہ سو میں کام چلاؤ اور سات آٹھ ہزار میں معیاری قسم کا اسمارٹ فون آپ حاصل کرسکتے ہیں، اس طرح موبائل ہر ایک کی ضرورت بن گئی، رکشہ پولر اور مزدوروں میں سے بھی کوئی ایسا نہیں ملتا، جس کے پاس موبائل نہیں ہے۔ اس طرح اب موبائل رکھنا ضرورت بھی ہے اور کلچر بھی، پہلے لوگ کھیت کھلیان، جانور اور مویشیوں سے آپ کی اوقات ناپتے تھے، اب آپ کے ہاتھ میں مہنگا موبائل دیکھ کر آپ کی معاشی حالت کا اندازہ لگاتے ہیں، اور یہ بھی کہ موبائل کلچر کے اس دور میں کس قدر آپ آگے بڑھے ہوئے ہیں۔

موبائل کے استعمال کی اس کثرت نے کئی ایسی کمپنیوں کو وجود بخشا جو آپ کی چیزوں، تصویروں، خیالات اور خبروں کو بلا روک ٹوک تیزی سے مفت میں یا بہت کم لاگت پر دوسروں کو پہنچانے کا کام کررہی ہیں، فیس بک، ٹوئٹر، وھاٹس اپ، لائن وغیرہ اس کام کے لیے موجود ہیں، جنہیں شوشل میڈیا کہا جاتا ہے، موبائل میں انٹرنیٹ کی سہولت اور وائی فائی کی عمومیت کی وجہ سے ان ساروں کی خدمات کا حصول آسان اور سب کی دسترس میں آگیا ہے، اپنے خیالات کی ترسیل کے لئے مختلف عنوانات سے گروپ بھی بنے ہوئے ہیں، جن میں آپ جو چاہیں بھیج سکتے ہیں، جھگڑا بھی کرسکتے ہیں گالیاں بھی بک سکتے ہیں، علمی مواد فراہم کراسکتے ہیں، اور ان کاموں میں آپ کو اخبارات ورسائل کے مدیر محترم کی تراش خراش، کانٹ چھانٹ کا ڈر نہیں ہوتا، اور ان کی مرضی بھی اشاعت میں رکاوٹ نہیں ہوتی، گروپ کا ایڈمن بے اختیار مہرہ ہوتا ہے جو کسی کی پوسٹ کو روک تو سکتا نہیں، البتہ بہت خفا ہوگا تو نکال سکتا ہے، اس سے گروپ کے ارکان کو فرق نہیں پڑتا، اس لیے کہ اتنے گروپ ہیں کہ تو نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی، نکالا ہوا شخص خود بھی ایک گروپ بنا سکتا ہے، بلکہ بنا لیتا ہے، آپ منہ دیکھتے رہے۔

اس پوری صورت حال کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ لوگ دنیا کو پہلے گلوبل اتج کہتے تھے اور دسترخوان سے تعبیر کرتے تھے، اب دسترخوان کے بجائے یہ ہماری انگلیوں کی جنبش پر ہے، آپ جب چاہیں پوری دنیا کے احوال واخبار پر سکنڈوں میں واقفیت حاصل کرسکتے ہیں، خوشی وغمی سے متعلق خبریں انتہائی تیز رفتاری سے متعلقین تک پہونچا سکتے ہیں، علمی خیالات، ایجادات، انکشافات اور تحقیقات کو فوراً اس کے ذریعہ سے بیش تر لوگوں تک پہونچانا ممکن ہوگیا ہے، آپ اپنی صلاحیت سے دوسروں کو فائدہ پہونچا سکتے اور دوسروں کی صلاحیت موبائل کے ایک بٹن کو دبا کر اور سائٹ کو کلک کر کے فوری طور پر آپ تک پہونچ سکتی ہے، اس اعتبار سے دیکھیں تو یہ اللہ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک ہے اور صحیح استعمال سے انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے، اور انقلاب کونا کام بھی کیا جاسکتا ہے، جیسا ٹُرکی میں ہوا۔

دوسری طرف اس کا خراب پہلو یہ ہے کہ یہ فحاشی اور منکرات کو پھیلانے کے بڑے ذریعہ کے طور پر استعمال ہورہا ہے، غیر محقق خبریں، گندی فلمیں، فحش تصویریں، نامناسب گفتگو (چاٹنگ) کے لیے بھی اسی کا استعمال ہوتا ہے، طالب علم، بچے بچیاں سب کے ہاتھ میں موبائل ہے، درسی کتابوں پر توجہ کم ہوگئی ہے اور رات رات بھر نیٹ کے غیر ضروری استعمال نے راتوں کی نیند حرام کردی ہے اور اس کے منفی اثرات صحت پر پڑ رہے ہیں، سیلفی اپنی تصویر خود لینے کے چکر میں جانیں جارہی ہیں، اخلاق بگڑ رہے ہیں اور گھر کا ماحول بری طرح متاثر ہوا ہے، اب گفتگو کرنے، خاندانی حالات پر تبادلہ خیال کرنے، ملی مسائل پر غور وخوض کرنے کے لیے وقت نہیں ہے، بیوی ادھر موبائل پر لگی ہے اور بیٹے بیٹی الگ، باپ دادا، چچا کا بھی یہی حال ہے، سب اپنی دنیا میں مگن ہیں اور کسی کو حال دل سننے سنانے کی فرصت نہیں ہے، ان وجوہات سے بھی خاندان ٹوٹ رہا ہے۔

مجھے اس وقت بے اختیار کالی داس گپتا رضا یاد آگیے، ممبئی میں رہتے تھے، غالبیات کے ماہر تھے، مر گیے تو اخبار والے نے ان کی بیوی سے انٹرویو لیا، ایک سوال تھا کہ آپ کو کبھی کالی داس پر غصہ بھی آتا تھا، ان کی بیوی نے کہا کہ ہاں جب میں پاؤں دابتی تھی اور وہ کتاب پڑھتے ہوتے تھے، میں سوتن کی طرح کتاب سے لڑ بھی نہیں سکتی تھی، آج موبائل نے یہی مقام حاصل کرلیا ہے، ضرورت اس غلط استعمال پر روک کی ہے۔

یادوں کے چراغ

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

ماسٹر محمد نصر الحق مرحوم

ماسٹر محمد نصر الحق، عرف ناصو بھائی بن عبدالمجید ساکن عیسیٰ پور، پھلواری شریف پٹنہ نے ۴/اگست ۲۰۲۲ء مطابق ۵/محرم الحرام ۱۴۴۴ھ بروز جمعرات بوقت ۱۲/بجے دن اس دنیا سے رخت سفر باندھا، وہ ذی الحجہ سے بیمار چل رہے تھے، ایمس اور دوسرے ہوسپٹل میں علاج کے لیے لے جائے گیے، لیکن مرض الموت کا علاج ہی نہیں ہوتا، یہ تو لا علاج ہے، بلکہ کہنا چاہیے کہ جسے زندگی کی بیماری لگ گئی اسے موت تک پہونچنا ہی ہوتا ہے اور پھر موت سے آگے حیات برزخی واخروی مرحلہ در مرحلہ سامنے آتا ہے، ماسٹر صاحب نے اپنی زندگی کے آخری پڑاؤ پر جا کر دم توڑ دیا، ۴/اگست کو ہی بعد نماز مغرب دار العلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ کے ناظم تعلیمات مولانا تبریز صاحب امام قربان مسجد نیا ٹولہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور سینکڑوں سوگواروں کی موجودگی میں حاجی حرمین قبرستان نیا ٹولہ میں تدفین عمل میں آئی، پوری زندگی مجرد گذار دی؛ اس لیے پس ماندگان میں نہ بیوی ہے اور نہ بچے، ایک بہن پھلواری شریف میں مقیم ہیں، انہوں نے ہی ماسٹر صاحب کی تیمار داری کی، وہ آخری دنوں میں وہیں قیام پذیر تھے، بہن دم واپسیں تک ان کو راحت وآرائش پہونچانے کی کوشش کرتی رہیں، انہیں کیا پتہ تھا کہ ماسٹر صاحب کا مرض، مرض لا دوا ہے۔

ماسٹر صاحب نے بی اے تک تعلیم پائی تھی، انگریزی ان کا خاص موضوع تھا، اس کے بعد انہوں نے ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کی اور ہومیوپیتھی کا کورس مکمل کیا، ان کی دلچسپی تدریس سے تھی، اس لیے انہوں نے بحیثیت معالج کبھی کام نہیں کیا، البتہ وہ جماعت اسلامی کے ذریعہ چلائے جا رہے ڈسپنسری میں کبھی کبھی بیٹھا کرتے تھے، وہ اردو تحریک سے وابستہ نمایاں لوگوں میں تھے، ستر کی دہائی میں ڈاکٹر ریحان غنی وغیرہ کے ساتھ مل کر انہوں نے اردو کی ترویج واشاعت کے لیے بڑا کام کیا، پھلواری شریف تھانہ کے قریب شاہین اسلام اردو لائبریری کے قیام میں بھی وہ اپنے حلقۂ احباب کے ساتھ لگے رہے اور پوری دل جمعی اور مستعدی کے ساتھ اس کو پروان چڑھایا، یہ لائبریری مسلم ایسوسی ایشن کی عمارت میں قائم تھی۔ ان کی دلچسپی جماعت اسلامی کے کاموں سے بھی تھی اور وہ اس کے بڑے مخلص کارکن تھے۔

ماسٹر صاحب نے مادیت کے اس دور میں حرص وہوس سے دور توکل اور قناعت کی زندگی گذاری، پوری زندگی درس وتدریس سے وابستہ رہے، کئی پرائیوٹ اسکولوں میں آپ نے خدمت انجام دی، وہ بچوں کو ٹیوشن بھی پڑھایا کرتے تھے اور یہی ان کا ذریعہ معاش تھا۔

۲۰۰۸ء سے وہ امارت شرعیہ کے ادارہ المعہد العالی پھلواری شریف میں طلبہ کو دو گھنٹے انگریزی پڑھایا کرتے تھے، وہ اپنے شاگردوں میں مقبول تھے حالاں کہ معہد میں ان کے شاگرد ہندوستان کے بڑے تعلیمی اداروں سے فارغ فضلاء ہوتے تھے، جن کی اپنی ایک خاص صلاحیت ہوا کرتی ہے، چھوٹے بچوں کو پڑھانا نسبتاً آسان ہوتا ہے، لیکن علماء فضلاء کو انگریزی پڑھانا خود ان کی مضبوط صلاحیت کی دلیل تھی، کئی طلبہ تو انگریزی میں پہلے سے ہی اچھی صلاحیت لے کر آتے ہیں، وہ وقت کے بھی انتہائی پابند تھے۔

میری ملاقات ان سے عمر کے آخری چند سالوں کی تھی، میں نے انہیں لا یعنی اور بے کار کی باتیں کرتے کبھی نہیں سنا، وہ کم سخن نہیں، کم گو تھے، خاموش رہنا زیادہ پسند کرتے تھے، حالاں کہ معہد میں جب ہم لوگ کسی مجلس میں اکٹھا ہوتے تو وہ ہر ایک کے لیے تفنن طبع کا ذریعہ بن جاتے، جس کا وہ کبھی بُرا نہیں مانتے تھے، موضوع ان کی شادی سے متعلق ہوتا، اور وہ سن کر زیر لب مسکراتے جاتے، کوئی ان کے لیے بڑی عمر کی لڑکی ڈھونڈھنے کی بات کرتا، کوئی مہر کی ادائیگی کا وعدہ کرتا، کوئی نکاح پڑھانے کے لیے تیار رہتا، لیکن وہ کسی کا جواب نہیں دیا کرتے۔

چند سالوں سے معہد العالی میں جاڑے کے موسم میں پائے اور نہاری کا دستر خوان سجتا ہے اور شرکاء مائدہ باری باری سے دعوت کیا کرتے ہیں، عام طور سے اس دعوت کا آغاز ان کی طرف سے ہوتا، وہ دستر خوان پر بھی خاموش ہی رہتے، اور ہم لوگ اپنی چہل بازی سے باز نہیں آتے۔

خاموشی، توکل اور قناعت کی وجہ سے زندگی انہوں نے قلندرانہ گذار دی، والدین کی طرف سے جو کچھ ترکہ میں ملا تھا وہ بھی دوسروں کے قبضے میں چلا گیا، مقدمہ وغیرہ کا بھی کچھ حاصل نہیں نکلا اور وہ پوری زندگی گذار کر دنیا سے چل بسے۔

جنت کی زندگی میں جس بھولا پن کا تذکرہ کیا جاتا ہے وہ ان میں بدرجۂ اتم تھا، وہ نماز وغیرہ کے پابند تھے، ایسے میں اللہ رب العزت کی رحمت ان پر سایہ فگن ہوئی ہوگی، اس کی پوری پوری امید ہے، لیکن انسان تو انسان ہی ہے، بھول چوک، خطاء اور گناہ اس کی فطرت کے لازمے ہیں، ان میں استثنا صرف انبیا اور صحابہ کرام کا ہے، اس لیے کہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور صحابہ کرام محفوظ، آیئے ہم سب مل کر دعا کریں کہ اللہ رب العزت ماسٹر صاحب کے گناہوں اور لغزشوں کو معاف کرے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔ مؤمن کا مطلوب یہی ہے، جنت مل گئی تو زندگی جیسی بھی گذری، کامیاب ہوگئی، اللہ ہم سب کو بھی اپنی مرضیات پر چلائے اور ہم لوگوں کے لیے جنت کا فیصلہ فرمائے۔

کتابوں کی دنیا

ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

اسلام ایک فطری اور عقلی دین

جناب احمد علی اختر صاحب کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے، جنہوں نے اپنی زندگی جماعت اسلامی کے ہدف، مقصد اور منصوبوں کو بہار کی زمین پر اتارنے میں لگا دیا، وہ سابق امیر جماعت اسلامی بہار بھی رہے اور اپنی تحریکی جد وجہد اور مسلمانوں میں دینی غیرت وحمیت، ایمانی حرارت پیدا کرنے کے لیے اپنے رفقاء کے ساتھ مل کر جو خدمات انجام دیں وہ تاریخ کا روشن باب ہے، بہار میں جماعت اسلامی کی خدمات کا جب ذکر آئے گا تو جناب احمد علی اختر صاحب کو فراموش نہیں کیا جا سکتا، وہ مزاجاً بھی نرم دل واقع ہوئے ہیں اور دوسری تنظیموں کے ساتھ مل کر کام کرنے کا جذبہ رکھتے رہے ہیں، خود امارت شرعیہ نے جب کسی موضوع پر انہیں آواز دیا تو وہ امارت شرعیہ تشریف لاتے رہے ہیں۔ امیر شریعت سادس حضرت مولانا سید نظام الدین صاحبؒ سے وہ بہت قریب تھے، تنظیمی معاملات ومسائل میں دونوں میں خاصی ہم آہنگی تھی، جس کا مشاہدہ احقر (محمد ثناء الہدیٰ قاسمی) نے بار بار کیا ہے، اب یہ کام الحمد للہ مولانا رضوان احمد اصلاحی صاحب کر رہے ہیں اور ان کی سادگی، گفتگو کا سلیقہ تواضع اور انکساری بھی اس دور میں خوش گوار حیرت میں ڈالا کرتی ہے۔

''اسلام ایک فطری اور عقلی دین'' جناب احمد علی اختر صاحب کی چھیانوے صفحات پر مشتمل ایک کتاب ہے جو بقامت کہتر اور بقیمت بہتر کی صحیح مصداق ہے، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی سے اس رسالہ کی اشاعت ہوئی، طباعت، کاغذ، سیٹنگ، ٹائٹل کی خوبصورتی اور دیدہ زیبی، مرکزی مکتبہ اسلامی کی طباعت کا طرۂ امتیاز رہا ہے جو اس کتاب میں بھی پورے طور پر جلوہ فگن ہے، قاری کو مطالعہ پر آمادہ کرنے میں ان چیزوں کا بھی بڑا عمل دخل ہوتا ہے، جو کتاب طباعت کے اعتبار سے دیدہ زیب نہیں ہوتی انہیں ہاتھ لگاتے ہوئے قاری گھبراتا ہے۔

کتاب کا موضوع اسلام ہے، جو فطری بھی ہے اور عقلی بھی، اس کتاب میں اسی چیز کو سادہ، آسان زبان اور شستہ لب ولہجہ میں دلائل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، انداز بیان اور دلائل کے پیش کرنے کے سلیقے کی وجہ سے یہ کتاب ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کی صحیح مصداق بن گئی ہے۔

جناب احمد علی اختر صاحب نے اس کتاب کو جن لوگوں کے لیے لکھا ہے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ مضمون میں نے ان لوگوں کے لیے لکھا ہے جو اسلام کے نظریۂ زندگی اور فلسفۂ حیات کا کوئی واضح تصور نہیں رکھتے، مبہم مبہم اور دھندھلا دھندلا ایک تصور ان کے ذہن میں ہے کہ اسلام میرا مذہب ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ آباؤ واجداد سے ملی ہوئی یہ قیمتی وراثت میرے پاس اجداد کی امانت ہے، اسے سنبھال کر رکھنا ہے۔''

مولانا کے سامنے ایک دوسرا طبقہ بھی ہے اور وہ ہے مغربی تہذیب سے متاثر اور مرعوب طبقہ، جن کی آنکھیں سائنسی ترقیات سے اس قدر چکا چوند ہوگئی ہیں کہ انہیں اس سے آگے کچھ نظر ہی نہیں آتا ہے، وہ اسلام کو قدامت پسند سمجھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ بدلے ہوئے حالات اور تغیر پذیر زمانہ میں اسلام کی اہمیت کم ہوگئی ہے، اس احساس وخیالات کی وجہ سے وہ ایک قسم کی احساس کمتری میں مبتلا ہو گیے ہیں اور اسلام کو عقلیت سے دور ایک مذہب تصور کرتے ہیں، حالاں کہ اسلام میں عقل ونقل دونوں کی اہمیت ہے، اسی لیے ہم روایت کے ساتھ درایت کا بھی خیال رکھتے ہیں، علماء اسلام نے اسلام عقل ونقل کی روشنی میں مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں اور احکام خداوندی کے اسرار ورموز کی طرف عقلی طور پر ہماری رہنمائی کی ہے، امام غزالی کی احیاء العلوم، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی حجۃ اللہ البالغہ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی المصالح العقلیہ جس کا جدید ایڈیشن اسلام عقل کی روشنی میں آیا ہے مشہور ومعروف ہیں۔

جناب احمد علی اختر صاحب کی یہ کتاب اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہے، جس میں انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام دین فطرت ہے، جس کی وجہ سے اس پر عمل آسان ہے اور پھر جو احکام بھی دیے گیے ہیں ان کی عقلی توجیہہ بھی ہے جو قرآن وحدیث میں غور وفکر کرنے سے اہل علم پر واضح ہو جاتی ہے، البتہ انسانی عقل کے مختلف مدارج ہیں اور ان احکامات کو سمجھنے کے لیے ایک خاص قسم کی استعداد وصلاحیت کی ضرورت ہے، ہر آدمی سے یہ توقع نہیں رکھی جا سکتی کہ وہ احکام اسلام کی عقلی توجیہہ تک پہونچ جائے، اسی لیے قرآن کریم میں بار بار تدبر اور تفکر پر زور دیا گیا ہے، تا کہ اس کی تہہ تک انسانوں کی رسائی ہو سکے، اس کتاب کے بارے میں مولانا سید جلال الدین عمری صدر شریعہ کونسل جماعت اسلامی ہند نے بجا لکھا ہے کہ ''اس (کتاب) میں اسلام کا وسیع اور جامع تعارف ہے، اس کی تعلیمات کے احاطہ کی کوشش کی گئی ہے اور اس کے حق میں دلائل فراہم کیے گیے ہیں، اس سے اسلام کی حقانیت اور صداقت واضح ہوتی ہے، انداز دعوتی اور تاثراتی ہے۔

مولانا جلال الدین عمری صاحب نے جناب احمد علی اختر صاحب کی تحریری صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''ان کے اندر عمدہ تحریری صلاحیت بھی ہے، لیکن ان کی اس طرف توجہ کم رہی ہے، انہوں نے جو کچھ لکھا ہے، اس سے ان کا دینی وادبی ذوق نمایاں ہے، ان کی تحریروں میں بڑی شگفتگی اور ادبی چاشنی پائی جاتی ہے''۔

پیش لفظ اور تعارف کو چھوڑ کر بیالیس (۴۲) عنوانات کے تحت اسلام کے فطری اور عقلی ہونے پر روشنی ڈالی ہے، جس کے ذیل میں اسلام کے بنیادی عقائد، قرآن ہدایت کی آخری کتاب، زندگی پر عقیدۂ توحید کے اثرات، ڈارون کا نظریۂ ارتقاء، انسان کی تخلیق کے سلسلے میں قرآن کا نظریۂ اسلام کے تعزیراتی قوانین جیسے اہم مضامین کتاب میں ایک خاص ترتیب سے زیر بحث آئے ہیں، اسلام کی فطری اور عقلی بنیادوں کو عصر حاضر میں جدید معروضی اور منطقی اسلوب میں سمجھنے کے لیے یہ کتاب انتہائی مفید ہے اور اس لائق ہے کہ ہر گھر میں اس کو پڑھا جائے، رکھا جائے، تا کہ نئی نسل دین بیزار نہ بنے۔

حکایات اہل دل

دینی مجالس اور ان کی عظمت

✍ : مولانا محمد رضوان القاسمی

دینی مجالس اور ذکر الٰہی کے حلقے اپنے اندر غیر معمولی خیر و برکت رکھتے ہیں اور اللہ کے نزدیک ان میں شریک ہونے والوں کی جو پذیرائی ہے، وہ احادیث سے ظاہر ہے، واقعہ بھی ہے کہ قلب ونظر کی اصلاح ذہن ومزاج کی درستگی اور حصول معلومات میں یہ مجلسیں اور حلقے جتنے مفید، موثر اور کارآمد ثابت ہوئے ہیں، اب تک کوئی دوسرا طریقہ اتنا مفید، موثر اور کارآمد نہیں ہوا ہے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے ان مجالس کے بارے میں لکھا ہے کہ ’’ان مجالس میں جو زندگی و بے ساختگی پائی جاتی ہے وہ قدرتی طور پر علمی تصنیفات اور عام تحریرات میں انہیں ملتی پھر زندگی کے مختلف حالات ومسائل میں مختلف المزاج لوگوں کو ان سے جو رہنمائی حاصل ہوتی ہے اس کی توقع بھی لگے بندھے ہوئے طریقہ پر لکھی ہوئی کتابوں سے نہیں کی جاسکتی، ان مجالس سے روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے، ایمان ویقین میں تازگی آتی ہے اور انسان اپنے قدم کو عمل کی طرف بڑھتا ہوا پاتا ہے۔‘‘

ان مجالس کی عظمت واہمیت ہی کی بناء پر حکیم لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی۔

’’علماء اور دانشوروں کی مجلس میں جایا کرو اور ان کی باتوں کو پوری توجہ کے ساتھ سنو! ان کی باتوں میں نور ہوتا ہے اور خدا اس نور سے مردہ دلوں کو اسی طرح زندہ کرتا ہے جس طرح خشک زمین کو بارش کے پانی سے زندگی اور شادابی بخشتا ہے‘‘۔

دینی مجالس کی حقیقت وعظمت سے حضرات صحابہؓ خوب واقف تھے، جس کی وجہ سے وہ اس طرح کی مجلسوں اور اجتماعات کو قائم کرنے میں سرگرم عمل رہتے اور ان میں پوری آمادگی اور ذوق وشوق کے ساتھ شریک ہوتے۔

مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ذوق صحابہؓ ہی میں نہیں صحابیاتؓ میں بھی بدرجہ اتم موجود تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں صحابیات کی پوری ہمت افزائی فرمائی ہے، نمونہ کے طور پر چند مثالیں لیجئے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ کی ملاقات جب کسی صحابی سے ہوتی تو وہ ان سے فرماتے ’’تعال نؤمن بربنا‘‘ (آؤ تھوڑی دیر ہم اپنے رب پر ایمان لائیں)

اس جملہ سے ان کا یہ مقصد ہوتا تھا کہ آؤ ہم تھوڑی دیر بیٹھ کر خدا کا ذکر کریں، اس کے احسانات یاد کریں اور اپنی دینی معلومات بڑھائیں، حسب عادت انہوں نے جب یہ جملہ ایک صحابی سے کہا تو وہ ان کے اس مبہم جملہ کے مقصد کو نہیں سمجھ سکے ان کے دل میں خیال آیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت تو ہمہ وقت مومن رہنے کی ہے، انہیں کیا ہوگیا ہے کہ تھوڑی دیر کے ایمان کی دعوت دیتے ہیں، چنانچہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور اپنے اس خیال کا اظہار کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عبد اللہ بن رواحہ کی شکایت کی چونکہ آپ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور ان کی حالت سے واقف تھے، اس لئے شکایت سن کر فرمایا: آپ ان کی بات نہیں سمجھ سکے، اللہ تعالیٰ حضرت عبد اللہ بن رواحہ پر رحمت نازل فرمائے، وہ آپ کو دینی اجتماع کی دعوت دے رہے تھے اور اپنے رب پر ایمان کو تازہ کرنے کی خواہش کر رہے تھے، انہیں ان مجالس سے محبت ہے، جن پر ملائکہ فخر کرتے ہیں۔ (مسند احمد) حضرت براء بن عازبؓ کا بیان ہے کہ زمین وجائداد اور مختلف کاروبار کی مشغولیت کی بناء پر ہم میں سے سبھوں کو اس کا موقع نہیں ملتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوکر آپ کی باتیں سنیں، تو جو لوگ آپؐ کی مجلس میں جاکر آپ کی باتیں سنتے تھے وہ وہاں سے آکر مجلس منعقد کرکے پوری دیانت کے ساتھ آپ کی باتیں موجود نہ رہنے والوں کو بتادیا کرتے تھے۔ (ریاض الصالحین)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے وعظ ونصیحت کی مجلس ہر پنجشنبہ کو منعقد ہوا کرتی تھی، لوگ اس مجلس میں بڑے ذوق وشوق کے ساتھ شریک ہوتے تھے، ایک مرتبہ بعض لوگوں نے ان سے یہ خواہش کی کہ آپ اپنے ارشاد وبیان سے ہم سبھوں کو روزانہ استفادہ کا موقعہ دیں، انہوں نے فرمایا ہر دن وعظ وتقریر سے مجھے جو چیز روکتی ہے، وہ یہ ہے کہ تم اکتا جاؤ گے اور میں اکتا دینا پسند نہیں کرتا، میں ناغے سے وعظ ونصیحت کیا کروں گا جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو وقفہ سے نصیحت فرماتے تھے اور آپ ایسا اس لئے ایسا کرتے تھے کہ کہیں ہم لوگ اکتا نہ جائیں۔ (جمع الفوائد)

حضرت ابن عباسؓ کی علمی ودینی مجلس زمزم کے اس زاویہ میں ہوا کرتی تھی جو صفا اور وادی سے ملا ہوا ہے اور زمزم پر جانے والے کے بائیں جانب پڑتا ہے۔ یہی مدرسہ ابن عباسؓ تھا، جہاں بڑے بڑے علماء اسلام زانوئے ادب تہ کرتے تھے، اسی مدرسہ سے مجاہد بن جبیر، عطاءؒ بن رباح، طاؤس بن کیسان، سعید بن جبیر، سلیمان بن یسار، ابوالزبیر، محمد بن مسلم اور عکرمہ مولیٰ ابن عباس رحمہم اللہ جیسے ائمہ دین وایمان نکلے۔ (تبلیغی وملی سرگرمیاں عہد سلف میں، ص:۲۳)

مشہور صحابی حضرت ابوالدرداءؓ جامع بنوامیہ دمشق میں قرآن وحدیث کا درس دیا کرتے تھے، فجر کی نماز کے بعد دس آدمیوں کی جماعت بناتے اور ہر جماعت کے لئے ایک ذمہ دار اور نگراں مقرر فرماتے، خود محراب میں تشریف رکھتے اور دائیں بائیں طلبہ کی جماعتوں کی نگرانی کرتے، ایک دن آپ نے خود طلبہ کو شمار کیا تو ان کو کل تعداد سولہ سو (۱۶۰۰) سے زائد نکلی۔ (ایضاً صفحہ ۲۵۰) ابو مسلم خولانی کہتے ہیں کہ جب میں دمشق کی مسجد میں گیا تو دیکھا تقریباً تیس ادھیڑ عمر کے صحابہ کرامؓ موجود ہیں اور ان کے درمیان ایک نوجوان ہے جس کی آنکھیں سرمگیں اور دانت چمکدار ہیں، یہ نوجوان خاموش ہے اور دینی مذاکرہ جاری ہے اور جب لوگوں کو کسی بات میں شک وشبہ پیدا ہوتا ہے تو اسی سے دریافت کرتے ہیں، پوچھنے پر مجھے بتایا گیا کہ یہ معاذ بن جبلؓ ہیں۔ (ایضاً ص:۲۷)

ایک دفعہ عورتوں کی طرف سے ایک خاتون نمائندہ بنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی ساری تعلیم وتربیت ان مردوں کے حصہ میں آگئی، ہمارے لئے بھی تو ایک دن مقرر فرمائیے، جس میں آپ ہمیں اللہ کی ہدایت سے واقف کرائیں، آپ نے فرمایا اچھا فلاں دن فلاں کے یہاں تم سب جمع ہوجانا۔

چنانچہ وہ جمع ہوئیں اور آپ حسب وعدہ تشریف لے گئے اور اللہ کی باتیں بتائیں، ان ہی باتوں میں آپ نے ایک بات یہ بھی بتائی کہ جس عورت کے تین بچے مرجائیں اور وہ صبر کرے تو یہ بچے اس کو جہنم سے بچانے کا ذریعہ بن جائیں گے تو ایک عورت نے پوچھا کہ اگر کسی کے دو بچے مرے ہوں تو؟ آپ نے فرمایا دو بچوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔ (الادب المفرد)

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے اپنی مجلس میں عورتوں کو ہدایت کی کہ شراب کے برتن میں چھوارے نہ بھگوئے جائیں (سنن نسائی) ایک دفعہ ایک خاتون حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس آئیں اور انہوں نے کہا میری بیٹی دولہن بنی ہے، لیکن بیماری سے اس کے بال جھڑ گئے ہیں، کیا مصنوعی بال جوڑ دوں؟ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔ (مسند احمد)

غور کیجئے اور بڑی سنجیدگی کے ساتھ کہ حضرات صحابہ وصحابیات کے ہر طبقے میں مجلسوں کے ذریعہ دین سیکھنے اور سکھانے کا جذبہ کتنا عام تھا یہ جہاں تھے، دینی مجالس کے فکر وخیال سے خالی نہیں رہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کی مجلس میں مرد کے لئے پردہ کے ساتھ وعظ کہنے کی سند جواز عطا کی اور اپنے عمل سے اس کی ضرورت واہمیت کا احساس دلایا حضرت عائشہؓ کے عمل نے اس کا ثبوت بھی بہم پہونچایا کہ خواتین کا بھی آپس میں دینی جوڑ ہونا چاہئے اور وہ اپنے درپیش دینی مسائل میں کسی ایسی خاتون کی طرف رجوع بھی ہوسکتی ہیں جن پر اعتماد ویقین ہو کہ وہ ہماری صحیح رہنمائی کریں گی۔

دینی وعلمی مجالس کی افادیت اور عظمت واہمیت پر نظر صحابہؓ اور صحابیاتؓ کے ساتھ معزز تابعین اور ہر زمانہ کے علماء کرام وبزرگان دین کی بھی رہی ہے، انہوں نے بھی اس سلسلہ میں کافی دلچسپی کا ثبوت دیا ہے اور پوری سرگرمی دکھائی ہے، ان کی ان مجالس سے سینکڑوں گم کردہ راہوں کو راہیں ملی ہیں ہزاروں بے چین دل کو چین نصیب ہوا ہے اور لاکھوں حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں اور بہتوں نے اپنی علمی دینی تشنگی بجھائی ہے، تاریخ کی زبانی چند مجلسوں کا تذکرہ سنئے!

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اپنے گورنر جعفر بن برقان کے نام ایک سرکاری خط میں لکھا کہ: ’’جو فقہاء اور علماء تمہارے یہاں موجو ہیں، ان سے کہو کہ وہ اپنے علوم کو اپنی نجی مجلسوں اور مسجدوں میں بیٹھ کر عام کریں‘‘ (جامع بیان العلم: ۱/۲۴)

چنانچہ پہلی صدی ہجری میں پورے عالم اسلام کے مرکزی شہروں اور چھوٹی بستیوں میں یہ سلسلہ جاری ہوگیا اور لوگ بڑے اہتمام کے ساتھ شریک ہوکر دین کی باتیں معلوم کرنے لگے، مصر کی جامع مسجدوں اور عام مسجدوں میں تعلیم وتعلم اور وعظ وتذکیر کی سرگرمیاں روزانہ کے معمولات میں داخل تھیں اور جمعہ کے دن تو خصوصیت سے پورے دن بازار بند رہتے تھے اور جمعہ کے دن تو خصوصیت سے پورے دن بازار بند رہتے تھے اور تمام تاجر اور خریدار سویرے جامع مسجد میں آکر ذکر وشغل، نماز اور سیکھنے، سکھانے میں مصروف ہوجاتے تھے۔ (تبلیغی وتعلیمی سرگرمیاں عہد سلف میں، ص:۳۹)

علامہ مقدسی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ مصر کی ایک مسجد کے علمی ودینی حلقوں کا شمار کیا تو کل ایک سودس (۱۱۰) نکلیں۔ (ایضاً، ص:۳۸) حضرت امام شافعیؒ جب بغداد سے مصر گئے تو آپ نے جامع عمروؓ بن عاص میں اپنا حلقۂ درس قائم کیا اور تقسیم اوقات کرکے کتاب وسنت اور فقہ کی تعلیم کے ساتھ شعر اور نحو ولغت کے طالب علموں کے لئے بھی ایک وقت مقرر فرمایا۔ (ایضاً، ص:۲۶)

ملک شام کے احناف مسجد اقصیٰ میں بعض نمازوں کے بعد وعظ وتذکیر کا حلقہ کیا کرتے تھے، جس میں وہ زبانی وعظ کہنے کی بجائے کتاب میں دیکھ کر قرآن وحدیث اور واقعات واخبار بیان کرتے تھے۔ (ایضاً ۴۵)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (م ۵۶۱ھ) کی مجالس میں بادشاہ اور وزراء نیاز مندانہ حاضر ہوتے اور ادب سے بیٹھ جاتے، علماء وفقہاء اور عام لوگوں کا کچھ شمار نہ تھا، ایک ایک مجلس میں چار چار سو دواتیں شمار کی گئی ہیں جو آپ کے ارشادات قلمبند کرنے کے لئے لائی جاتی تھیں۔ (تاریخ دعوت وعزیمت، جلد:۱، طبع دوم، ص:۲۳۸)

حاضرین حضرت شیخ کے ارشادات میں اپنے زخم کا مرہم اپنے مرض کی دوا اور اپنے سوالات وشبہات کے جواب پاتے تھے، آپ کی مجالس کے مواعظ جو محفوظ ہیں، ان کے الفاظ آج بھی دلوں کو گرماتے ہیں، ایک طویل مدت گذر جانے کے بعد بھی ان میں زندگی اور تازگی محسوس ہوتی ہے۔

علامہ ابن جوزیؒ (م ۵۹۷ھ) کی مجالس میں خلفاء وسلاطین، وزراء اور اکابر علماء بڑے اہتمام اور بڑے شوق سے شرکت کرتے تھے، ہجوم کا یہ حال تھا کہ ایک ایک لاکھ آدمی ایک وعظ میں شمار کئے گئے ہیں، دس پندرہ ہزار آدمیوں سے تو کسی طرح کبھی کم نہ ہوتے، تاثیر کا یہ عالم تھا کہ لوگوں کی چیخیں نکل جاتیں، آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں، توبہ کرنے والوں کا کچھ شمار نہ تھا، اندازہ کیا گیا ہے کہ بیس ہزار یہودی، عیسائی ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور ایک لاکھ آدمیوں نے توبہ کی۔ (ایضاً، ص:۲۸۴) سید اسمٰعیل لاہوریؒ (م ۴۴۵ھ) علوم ظاہری اور باطنی، علم فقہ وتفسیر وغیرہ میں امام وقت تھے، ۳۹۵ھ میں بخارا سے لاہور تشریف لائے تھے، ان کے آنے کے بعد ہی ان کے وعظ کی مجلس شروع ہوگئی، مجلس وعظ میں ہزاروں آدمی آتے اور فیضیاب ہوتے، ان کا بیان اس قدر موثر تھا کہ ہر روز سیکڑوں آدمی مشرف باسلام ہوتے تھے، لاہور کی مسجد میں جمعہ کے روز جب ان کا سب سے پہلا بیان ہوا تو اس موقعہ پر دوسو پچاس آدمی زمرۂ اہل توحید میں داخل ہوئے، دوسرے جمعہ کو پانچسو پچاس، تیسرے جمعہ کو ایک ہزار، اسی طرح کے ارشادات اور مجلس وعظ سے بکثرت لوگ اسلام میں شریک ہوتے رہے۔ (تاریخ الاولیاء، ج:۱، ص:۳۲۳)

ہندستان کی اسلامی تاریخ میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کا نام ہمیشہ یادگار رہے گا، آپ کی مجلس وعظ اور سعی وکوشش سے اس کثرت سے لوگ مسلمان ہوئے ہیں اور جو مسلمان تھے ان کی اصلاح ہوئی کہ تاریخ کے اس اندھیرے میں ان کا اندازہ لگانا مشکل ہے، صرف دہلی سے اجمیر آتے ہوئے راستہ میں آپ کے ذریعہ سات سو مسلمان ہوئے، کتاب ’’دعوت اسلام‘‘ میں ایک مجلس میں ۹۰/لاکھ مسلمان ہونے کا ذکر ہے۔ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

اس ذیل میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا نام بھی بھلایا نہیں جا سکتا، پچاس برس کے طویل عرصہ تک دہلی جیسے مرکزی مقام میں آپ مسند ہدایت وارشاد پر متمکن رہے اور ہزاروں اور لاکھوں کو فائدہ پہنچا، دور دراز گوشوں سے اپنی مختلف ضرورتوں کے تحت لاکھوں کی تعداد میں غیر مسلم دہلی آتے اور مجلس میں شریک ہوتے، اس طرح شریک ہونے والوں کی ایک بڑی تعداد آپ کی مجلسوں کے ذریعہ مسلمان ہوئی ہے، مؤرخین کا خیال ہے کہ عجیب نہیں کہ اتنی بڑی تعداد میں میواتی آپ ہی کے زمانہ میں مسلمان ہوئے ہیں، اس طرح کے بے شمار واقعات تاریخ کے صفحات پر مذکور ہیں جن سے دینی مجالس کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

بین المذاہب شادیوں کی شرعی وقانونی حیثیت

حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ

اسلام نے جہاں نکاح کو ایک نعمت قرار دیا ہے اور اس کے کرنے کی ترغیب دی ہے وہیں اس کے لیے کچھ حدود اور شرطیں بھی مقرر کی ہیں۔ان میں سے ایک اہم شرط یہ ہے کہ نکاح ان عورتوں سے نہ کیا جائے جن سے نکاح کرنے کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے آج امت مسلمہ جن بڑے بڑے مسائل سے دوچار ہے ان میں سے ایک بڑا اور سنگین مسئلہ غیر مسلموں سے مسلم لڑکے اور لڑکی کا شادی کرنا ہے،اگر مرد وعورت میں سے کوئی ایک مسلمان نہ ہو تو شرعاً وہ نکاح نہیں ہے،ایسی شادیوں کو بین مذہبی شادی کہا جاتا ہے۔

مسلم دنیا کا شاید ہی کوئی ایسا خطہ اور علاقہ ہو جو اس سنگین مسئلہ سے دوچار نہ ہو اور شاید ہی کوئی مسلمان جو اپنے پہلو میں دھڑکتا ہوا دردمند دل رکھتا ہو اور اس کے تئیں سنجیدہ اور فکرمند نہ ہو کیوں کہ بین مذہبی شادی کو قرآن نے باطل قرار دیا ہے۔سورہ بقرہ آیت :۲۲۱ میں اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے مشرک عورتیں جب تک مسلمان نہ ہو جائیں،ان سے نکاح نہ کرو اور ایک مسلمان باندی بھی (آزاد) مشرک خاتون سے بہتر ہے، گو وہ تم کو پسند ہو،اور (مسلمان عورتوں کا) مشرک مردوں سے جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں، نکاح نہ کرو گو وہ تم کو پسند ہوں ؛ کیوں کہ یہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنی توفیق دے کر جنت اور مغفرت کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ لوگوں کے لئے اپنے احکام کھول کھول کر بیان فرماتے ہیں ؛ تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں مختلف روایات ہیں،ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ نے مکہ کی ایک مشرک خاتون ’عناق‘ سے نکاح کرنا چاہا،اس سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی،(سنن ترمذی: باب ومن سورۃ النور، حدیث نمبر: ۴۱۳۷) ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ یا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ایک سیاہ باندی تھی ،انھوں نے اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرلیا،ان کے بعض دوستوں نے بجائے اس سیاہ فام کے کسی خوش شکل مشرک عورت سے نکاح کا مشورہ دیا،اس موقع سے یہ آیت نازل ہوئی؛ (تفسیر ابن کثیر) ممکن ہے یہ دونوں واقعات اس آیت کے نازل ہونے کا سبب ہوں ، بہر حال اس پر اُمت کا اجماع واتفاق ہے کہ مشرک قوموں کے نہ مردوں سے نکاح ہوسکتا ہے اور نہ عورتوں سے، البتہ اہل کتاب کی عورتوں سے مسلمان مردوں کا نکاح درست ہے،جس کا ذکر (المائدۃ: ۵) میں ہے ---اس طرح کا حکم اسلام کی تنگ نظری نہیں ؛ بلکہ ایک مسلمان خاندان کے ایمان اور ان کی تہذیب کی حفاظت مقصود ہے؛ کیوں کہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اکثر عورتوں ہی کی راہ سے بے دینی کے فتنے سماج میں لائے گئے ہیں، اسلام سے پہلے بھی دوسرے مذاہب میں اس طرح کے احکام موجود تھے، یہودی شریعت میں اسرائیلی کا غیر اسرائیلی سے نکاح جائز نہیں ،(خروج) عیسائی مذہب میں غیر عیسائی سے نکاح درست نہیں ، (کرنتھیوں) اور ہندو مذہب میں تو ایک ذات کے لوگوں کے لئے دوسری ذات میں بھی نکاح کی اجازت نہیں ؛ چہ جائے کہ دوسرے مذہب والوں سے۔ (ماخوذ آسان تفسیر مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب) اس آیت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ایک مسلمان کا نکاح کسی مشرک یا کافر سے نہیں ہوسکتا ہے ایسا نکاح شرعاً باطل ہے۔

یہ حکم کس قدر اہمیت کا حامل ہے اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ قرآن نے صرف حکم ہی بیان کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مؤمن مرد اور عورت کو جدا جدا خطاب کر کے منع کرنے کے ساتھ اس کی حکمت اور وجہ بھی بیان کر دی اول تو مشرک مرد وعورت کے نکاح کو اس وقت تک منع کر دیا کہ کافر و مشرک جاہ وجلال حسن و جمال اور حسب ونسب کے اعتبار سے تمہیں کتنا ہی پسند کیوں نہ آئے اس کے مقابلے میں دنیاوی اعتبار سے کم حیثیت والا مؤمن ہی تمہارے لئے ہزار درجہ بہتر ہے قرآن نے اپنے بلیغ اسلوب میں اس کو یوں بیان کیا ”ایک مؤمن غلام اور باندی مشرک مرد اور عورت سے بہتر ہے“ اس کی حکمت یہ بیان کی کہ کافر اور مشرک دوزخ اور جہنم میں لے جانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے ارشاد سے جنت اور مغفرت کی طلب بلاتا ہے کسی بھی انسان کی اصل کامیابی اور ناکامی یہی ہے،اس لئے آخیر میں شفقت بھرے لہجے میں ارشاد فرمایا کہ یہ احکام صاف صاف اس لئے بیان کئے جاتے ہیں کہ تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں اس اسلوب سے اس طرف اشارہ ملتا ہے کہ مخاطب کے فائدے کے لئے مذکورہ حکم دیا گیا ہے۔

پتہ چلا کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے کسی غیر مسلم کا نکاح مسلمان کے ساتھ جائز نہیں ہے اگر کوئی نکاح پڑھادے تو نکاح ہی منعقد نہیں ہوگا دونوں کا ازدواجی تعلقات قائم کرنا زنا کاری کے زمرے میں آئے گا۔جس سے توبہ واستغفار کرنا اور فوراً علیحدگی اختیار کرنا ضروری ہے۔۔ایمان جیسی قیمتی دولت کو جنسی خواہش کی بھینٹ چڑھا دینا اور غیر مسلم کی ہمہ وقت صحبت ومعیت اختیار کر کے اپنے دین وایمان کو خطرے میں ڈالنا اس قدر سنگین جرم ہے کہ ایسی بدکاری کی حالت میں دین وایمان کا سلامت رہ جانا بھی دشوار ہے، اس حالت میں اگر موت آجائے تو آخرت میں جو انجام ہوگا اس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، ایک مسلمان بندہ یا بندی اپنے خالق و مالک کے روبرو کس طرح کھڑی ہوگی اور اپنے اعمال وایمان کا کیا جواب اس کے پاس ہوگا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کے طفیل ہمیں دین وایمان کی دولت ملی انہوں نے ایک ایک امتی کے لئے کیسی کیسی دعائیں کیں! مسلمان ان کو کیا منھ دیکھائے گا! اپنے دین وایمان کو غارت کرنے کا کیا جواز وہ پیش کرسکے گا؟

قرآن کریم کی قطعی الدلالہ آیت لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا کی تحریم کے بعد اب کسی عقلی وجہ ڈھونڈنے کی ضرورت باقی نہ رہی۔تاہم قرآن نے اس کی وجہ بھی بیان کر دی، اس لیے ایسوں کے ساتھ نکاح کرنے سے اجتناب کلی لازم ہے۔اور بغیر کلمہ پڑھے،انہیں مسلمہ عورت دینا یا ان کی عورت کو اپنے نکاح میں لانا قطعاً ناجائز وحرام ہے۔۔اس سے قربت ویکجائی کو نکاح جیسے نام کے ساتھ موسوم کرنا اس شرعی نام بلکہ عبادت کے تقدس کو پامال کرنا ہے۔اگر انجانے میں کوئی مسلمہ خاتوں اس کی شکار ہوچکی ہو تو بلا ادنی تاخیر کے فوراً علیحدگی اختیار کر لے، جب عزم وحوصلہ صادق و پختہ ہو تو اللہ تعالیٰ دشواریوں کو سہل وآسان فرمادیتے ہیں۔

نکاح یا شادی کے مقاصد: نکاح چند بلند ترین مقاصد کے حصول کے لیے عمل میں آنے والے دیرپا اور مقدس رشتہ کا نام ہے۔انہی مقاصد کے پیش نظر اسلام نے نکاح کو نفلی عبادت سے افضل اور تجرد کی زندگی سے بہتر قرار دیا ہے۔نکاح کا بنیادی مقصد عفت وعصمت کی حفاظت اور افزائش نسل انسانی ہے۔اس لیے قرآن کریم سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ "شرک” نکاح کی حرمت کے منجملہ اسباب میں سے ایک سبب ہے اس لئے کسی بھی مسلمہ عورت کا مشرک مرد سے یا مسلم مرد کا مشرکہ عورت سے نکاح کرنا حرام ہے۔

مشرک وہ شخص ہے جو اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہ رکھتا ہو، بلکہ کئی خداؤں پر اس کا ایمان ہو، یا خدا کی ذات و صفات میں کسی دوسری مخلوق کو شریک سمجھتا ہو، مثلاً وہ بتوں کی پوجا کرتا ہو، یا کسی بڑی شخصیت کو اپنا خدا سمجھتا ہو ،تو اس کو مشرک کہتے ہیں۔اگر کسی کو اللہ پر ایمان نہ ہو، کسی نبی کی نبوت ورسالت کو نہ مانتا ہو، یا بعض نبی کو مانتا ہو اور بعض کو نہیں، آسمانی کتابوں پر بھی اس کا ایمان نہ ہو، آخرت پر اس کا یقین نہ ہو تو ایسے شخص کو فر کہا جاتا ہے۔مثال کے طور پر ہندو، جین، سکھ، بدھسٹ ، پارسی ، یہ لوگ مشرک بھی ہیں اور کافر بھی۔کیوں کہ یہ لوگ اللہ کی وحدانیت اور نبی آخرالزماں کی نبوت ورسالت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں، ان لوگوں سے کسی مسلمان مرد و عورت کا نکاح نہیں ہوسکتا ہے۔جب شرعاً نکاح ہی منعقد نہیں ہوگا۔ تو میڈیا کا لو جہاد کا شوشہ چھوڑنا اور اس پر ہنگامہ برپا کرنا نہایت نامعقول بات ہے اسلام میں نہ ایسا کوئی جہاد ہے اور نہ اس کی ترغیب دی گئی ، بلکہ اسلام میں تو کسی اجنبیہ عورت سے بلا وجہ بات چیت کرنے حتی کہ دیکھنے کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔

بین المذاہب شادی کی قانونی حیثیت: بین المذاہب شادی کی قانونی حیثیت کو سمجھنے سے پہلے شریعت اپلیکیشن ایکٹ کو سمجھ لینا بہتر ہے!

شریعت اپلیکیشن ایکٹ کیا ہے؟ ہمارے اکابر علماء نے بڑی زبردست جد وجہد کے بعد شریعت اپلیکیشن ایکٹ پاس کرایا اور ہمارے اکابر مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صدر جمیعۃ العلماء ہند اور دیگر علماء ومشائخ کی مسلسل اور متحدہ کوششوں سے 1937ء میں "شریعت اپلیکیشن ایکٹ" بنا۔اس قانون کے مطابق ”نکاح، طلاق، خلع، ظہار، مبارأۃ، فسخ نکاح، حق پرورش، ولایت، حق میراث، وصیت، ہبہ اور شفعہ“ سے متعلق معاملات میں اگر دونوں فریق مسلمان ہوں تو شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ان کا فیصلہ ہوگا، خواہ ان کا عرف ورواج کچھ بھی ہو اور قانون شریعت کو عرف ورواج پر بالادستی حاصل ہوگی۔

مسلم پرسنل لا- دستور ہند میں: یہ شریعت اپلیکیشن ایکٹ ایک اہم اور دور رس نتائج کا حامل قانون تھا، جو ہندوستان میں مسلمانوں کو پرسنل لا کا تحفظ فراہم کرتا تھا ملک کے آزاد ہونے کے بعد بنیادی حقوق میں ”عقیدہ وضمیر کی آزادی" اور ہر مذہب والوں کے لئے اپنے مذہب پر عمل کی آزادی کی دفعات رکھی گئیں، یہ دفعات مسلم پرسنل لا کے تحفظ کی ضمانت دیتی ہیں، کیونکہ مسلم پرسنل لا سے متعلق قوانین کتاب وسنت پر مبنی ہیں، اگر ان میں مداخلت کی گئی تو یہ مذہب پر عمل کرنے میں رکاوٹ ڈالنے کے مترادف ہوگا، نیز بحیثیت مسلمان جو احکام قرآن وحدیث میں موجود ہیں، ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ان پر یقین رکھیں اور اس کے مخالف قانون کو قبول نہ کریں۔

اسی طرح ہندوستان میں ہندو میرج ایکٹ بھی ہے جو ہندوؤں پر لاگو ہے۔یہی ایکٹ بدھسٹ، جین وسکھ کے لئے بھی ہے اسکے علاوہ دیگر مذاہب کا بھی الگ الگ میرج ایکٹ بنا ہوا ہے ان لوگوں کا نکاح ان ہی ایکٹ کے تحت ہوتا ہے اور ان کے مذہبی اور روایتی طور طریقے کے مطابق انجام پاتے ہیں۔اس کے علاوہ ایک اسپیشل میرج ایکٹ 1954ء بھی پارلیمیٹ کے ذریعہ پاس کیا گیا ہے اس میں ہر ہندوستانی کو کسی بھی ہندوستانی سے، اس کے مذہب اور اس کے عقیدے کا لحاظ کئے بغیر شادی کرنے کا حق ہے، اس اسپیشل میرج ایکٹ کے مطابق کئے گئے نکاح پر، پرسنل لا لاگو نہیں ہوتے ہیں۔

اسپیشل میرج ایکٹ 1954ء کیا ہے؟ انڈیا کی پارلیمان سے پاس ہونے والے خصوصی شادی ایکٹ 1954 کے مطابق: دو مختلف مذاہب کے لوگ اپنے اپنے مذہب کو تبدیل کیے بغیر شادی کر سکتے ہیں۔لڑکا اور لڑکی دونوں کی عمر کم ازکم 21 سال ہونی چاہئے۔شادی کرنے کے لیے آپ کو حکومت کے شادی رجسٹریشن دفتر میں 30 دن پہلے درخواست دینا ہوگی۔ملک میں رہنے والے ہر فرد پر یہ قانون لاگو ہوتا ہے۔اگر درخواست جمع کرانے کی تاریخ سے 30 دن کے اندر کوئی اعتراض موصول ہوتا ہے تو میرج رجسٹریشن آفس کے ملازمین ان اعتراضات کی جانچ پڑتال کرتے ہیں۔اگر یہ اعتراضات درست ثابت ہوں تو شادی کی اجازت نہیں ہوتی۔

اسپیشل میرج ایکٹ بنانے کا مقصد: دراصل اس ایکٹ کو بنانے کا مقصد پرسنل لا کو کمزور کرنا ہے، اس ایکٹ کے مطابق مذہب اور عقیدہ کے برخلاف کوئی بھی کسی بھی مذہب کے ماننے والے سے نکاح کرسکتا ہے، خواہ وہ مسلم ہو ، یا ہندو ہو یا بدھسٹ ہو یا جین ہو، یا سکھ ہو یا عیسائی ہو یا پارسی اس ایکٹ کے تحت بین مذہبی شادی منعقد کئے جاتے ہیں ، یہ ایکٹ پورے ہندوستان میں لاگو ہے، اور ان لوگوں پر بھی لاگو ہے جو ہندوستانی ہیں لیکن باہر ممالک میں رہتے ہیں۔ ہندستان میں بھی بین مذہبی نکاح عروج پر ہے، کیوں کہ اسپیشل میرج ایکٹ ایسے جوڑوں کو تحفظ فراہم کرتا ہے۔

دین اہل اللہ کی صحبت سے پیدا ہوتا ہے

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ

اصل یہی ہے کہ دین محض کتابوں کے ورقوں سے نہیں پیدا ہوتا۔اہل اللہ کے دلوں سے پیدا ہوتا ہے، کتابیں کوئی لاکھ پڑھ لے، صحبت نہ ملے، دین اثر نہیں کرے گا۔قلب کے اندر رنگ نہیں پیدا ہوگا۔محض کتاب یا کاغذ سے نہیں اہل دل کے پاس بیٹھ کر دل میں اثر پیدا ہوگا۔لسان العصر اکبرالہ آبادی یوپی کا ایک بڑا شاعر گزرا ہے۔اس نے کہا ہے وہ اکثر علی گڑھ کالج کے لڑکوں سے خطاب کیا کرتا تھا جو چوٹیں ہوتی تھیں۔ان پر طعن بھی کرتا تھا، ساتھ میں انھیں سمجھاتا بھی تھا۔ تو کالج کے لڑکوں سے اس نے خطاب کر کے کہا ہے کہ ہے

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا — دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اہل اللہ کی نظر پڑتی ہے، دین آنا شروع ہو جاتا ہے نہ کتاب سے آتا ہے نہ مدرسے کے دروازوں سے۔اہل دل کے دل سے آتا ہے۔''از دل خیزد بر دل ریزد''

دل سے بات اٹھتی ہے تو دل ہی سے جا کے ٹکراتی ہے اس واسطے اعلی ترین طریقہ دین اور دینی اخلاق حاصل کرنے کا وہ فیض صحبت ہے خواہ علماو ربانی کی صحبت میسر ہو یا کوئی حقانی درویش اور اہل اللہ میں سے ہو۔اس کی صحبت میسر ہو وہ بھی نہ ہو تو کسی نیک آدمی کی صحبت میسر ہو۔عوام میں بھی نیک ہوتے ہیں۔تاجروں میں بھی نیک ہوتے ہیں، ہر طبقے میں اللہ کے نیک بندے ضرور ہوتے ہیں۔آدمی چھانٹ لے کہ یہ مقبول ہے اور مقبولیت اعمال سے معلوم ہو جاتی ہے بلکہ صورت سے نظر پڑتی ہے کہ یہ آدمی مقبول ہے اس کے چہرے پر لکھا ہوا نہیں ہوتا مگر دل اسے پڑھ لیتا ہے کہ یہ کوئی اللہ والا ہے اس کے چہرے پر ایمان کی ایک نرمائی، ایک بھول پن ایک سادگی، اللہ پر بھروسہ اور توکل ہوتا ہے۔نہ چالاکی اور عیاری برستی ہے، بلکہ سچائی برستی ہے، جیسے فرمایا گیا:**المو من غر کریم و المنافق خب لئیم** مومن کی شان یہ ہے کہ وہ بھولا بھالا، سیدھا سادھا ہوتا ہے۔بھولے پن کے معنی بیوقوف کے نہیں۔بے وقوف ہونا اور بات ہے، بھول پن اور بات ہے۔بھول پن کے معنی یہ کہ عیاری، مکاری، چالاکی نہیں سیدھی سیدھی بات ہے۔اور ایک بے وقوفی ہے یہ اور چیز ہے۔مومن بے وقوف نہیں ہوا کرتا جس درجے کا ایمان ہوگا اس درجے کی عقلمندی بھی اس کے اندر موجود ہوگی۔ہاں ایمان ہی کمزور ہے، عقل بھی کمزور ہوگی، ایمان قوی ہے تو عقل بھی قوی ہوگی مومن میں بھول پن ہوتا ہے یعنی فریب کاری نہیں ہوتی۔سیدھی سیدھی جو دل میں ہے وہی زبان پر ہے جو زبان پر ہے وہ دل میں تو چہرہ مہرہ بتلا دیتا ہے کہ یہ آدمی سچا ہے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ حضرات صحابہ جب ہندوستان میں آئے ہیں تو اول سندھ میں داخل ہوئے ہیں سندھ کے راستے سے پنجاب پھر پنجاب کے راستے سے ہندوستان پہنچے ہیں، جب صحابہ سندھ کے بازاروں سے گزرے ہیں تو ہزاروں آدمیوں نے ان کے چہرے دیکھ کر اسلام قبول کیا ہے اور کہا کہ یہ جھوٹوں کے چہرے نہیں ان چہروں پر سچائی برستی ہے۔ان کے چہرے دلیل ہیں کہ ضرور اسلام برحق ہے اسلام ان کے چہروں پر برستا ہے۔

ہمارے استاذ حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے زبردست محدث عالم عارف باللہ تھے ان کے چہرے پر نورانیت برستی تھی مظفرنگر میں مسلمانوں کا آریوں سے مناظرہ ہوا اور ہندو آریہ تھے، ادھر مسلمان تھے تو اسٹیج پر حضرت شاہ صاحبؒ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔مناظرہ نہیں فرمایا مناظرہ دوسرے علماء کر رہے تھے مگر صدر کی حیثیت سے حضرت شاہ صاحب تشریف رکھتے تھے تو آریہ مناظر نے کہا کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اگر کسی کی صورت دیکھ کر اسلام قبول کیا جا سکتا تھا تو میں اس شخص کا چہرہ دیکھ کر اسلام قبول کر لیتا۔اس کے چہرے پر نور برس رہا ہے اس کے چہرے پر ایمان کھیل رہا ہے معلوم ہوتا ہے اس شخص کا دل ایمان وعلم اور کمال سے بھرا ہوا ہے تو ؎

مرد حقانی کی پیشانی کا نور — کب چھپا رہتا ہے پیشیں ذی شعور

مرد حقانی کی حقانیت چہرے پر آ جاتی ہے۔

یہ چہرہ اصل میں چغل خور ہے جو دل میں ہوتا ہے، چہرہ چغلی کھا دیتا ہے کہ یہ چیز دل میں بھری ہوئی ہے اگر بد نیتی بھری ہوئی ہے چہرے پر برستا ہے کہ یہ آدمی اچھا نہیں اور سچائی بھری ہوئی ہے تو چہرہ بول دیتا ہے کہ ہے یہ سچا، مادی کیفیات ہوں یا روحانی چہرے پر برسنے لگتی ہیں اگر کسی کے دل میں خون بھرا ہوا ہے تو چہرے پر ایک زردی اور پریشانی ظاہر ہوگی، دیکھتے ہی آپ کہیں گے کہ بھئی تم ڈر رہے ہو حالانکہ ڈر چہرے میں نہیں ڈر دل کے اندر ہے مگر دل کے اثرات چہرے پر آتے ہیں چہرہ آئینہ ہے دل کی چیز چہرے پر کھل جاتی ہے۔اگر آپ کے دل میں خوشی بھری ہوئی ہے کسی تقریب سے مسرت ہے چہرہ خوشی سے دمکتا ہوا ہوگا۔لوگ دیکھ کے کہیں گے کہ بھئی بڑے خوش نظر آ رہے ہو، کیا بات پیش آئی حالانکہ خوشی تو دل میں بھری ہوئی ہے مگر چہرہ چغلی کھا دیتا ہے کہ دل میں خوشی ہے۔اگر دل میں غمی ہے چہرہ اداس و پریشان ہوگا۔لوگ کہیں گے کہ بھئی! کیا بات ہے کیوں پریشان ہو؟ حالانکہ پریشانی دل میں ہے چہرہ میں تھوڑا ہی ہے مگر چہرہ آئینہ ہے جو دل میں ہوتا ہے وہی اوپر آ جاتا ہے جب قلب میں نور ایمان چمکتا ہے تو اس کی چمک دمک چہرے کے اوپر نمایاں ہوتی ہے۔کفر اندر بھرتا ہے تو چہرے پر فساد اور سخت دلی نمایاں ہوتی ہے۔۔۔تو ایمان کا نور چہرہ پر آتا ہے۔

مرد حقانی کی پیشانی کا نور — کب چھپا رہتا ہے پیشیں ذی شعور

آدمی فوراً پہچان لیتا ہے بہرحال **الظاهر عنوان الباطن**، ظاہر باطن کا عنوان ہوتا ہے جو باطن میں چھپا ہوتا ہے وہ ظاہر کھول دیتا ہے صحابہؓ کے چہروں پر فورا ایمان برس رہا تھا تو ہزاروں آدمی ان کے چہرے دیکھ کر مسلمان ہو گئے کہ یہ چہرے جھوٹوں کے چہرے نہیں ہیں۔

حدیث میں ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ یہ خبر سن کر عرب میں آئے کہ کوئی نبی پیدا ہوئے ہیں۔چونکہ پچھلی کتابیں پڑھی تھیں۔دنیا کو انتظار لگا ہوا تھا کہ اس زمانے میں کوئی نبی مبعوث ہونے والے ہیں، وہ علامتیں جو اس نبی کی ہیں پائی جا رہی ہیں۔تو جب دعوائے نبوت سنا یہ فورآ گئے کہ میں جا کر دیکھوں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے مجمع میں بیٹھے ہوئے تھے۔ابھی یہ پاس نہیں پہنچے، تو اچانک دور سے چہرہ مبارک پر نظر پڑی تو چلا کے کہا کہ: **واللہ لیس ھذا الوجہ وجہ الکذاب**، خدا کی قسم یہ چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے چہرہ خود بتلا رہا ہے اس کے اوپر سچائی برس رہی ہے۔اس کے چہرے کا نور بتلا رہا ہے کہ اس کے قلب کے اندر نور نبوت بھرا ہوا ہے۔میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ محبت سے وہ قلبی نور منتقل ہوتا ہے جو دوسرو کے قلب کے اندر ہے اس لئے دین میں کمال پیدا کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ اہل اللہ، اکابر دین کی صحبت ہے کہ کتاب سے وہ چیز حاصل نہیں ہوگی جو قلوب سے حاصل ہوگی بلکہ کتاب کا مضمون بھی آپ سمجھیں گے تو شخصیتوں کی بدولت سمجھیں گے اگر معلم اور مربی کتاب کا مطلب سمجھائیں، وہ مطلب آپ کا اپنا مطلب ہوگا کتاب والے کا مطلب نہیں ہوگا۔خدا کا مطلب نہیں ہوگا۔کتاب والے کا مطلب جب سمجھیں گے جب کتاب والا خود بتلائے یا کسی کو بتلا کر بھیجے تو اللہ نے اپنی کتاب کا مطلب اپنے رسول کو سمجھایا۔رسول نے اپنی صحبت سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سمجھایا صحابہؓ اپنی صحبت سے اپنے شاگردوں کو سمجھایا۔محض کتاب سے کام نہیں چلا، جب تک مربیوں کی شخصیت سامنے نہ ہوئی۔ان کی صحبت حاصل نہ ہوئی تو بڑا ذریعہ فیض صحبت ہے جس سے دین اور دینی اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔(ماہنامہ طیب دیوبند ۱۹۸۶)

انسانیت کی پہچان

مولانا اعجاز احمد مظاہری

اسلام کی نظر میں تمام انسان انسانیت کے اعتبار سے برابر ہیں۔کسی طرح کا فرق و امتیاز اسلام کے نزدیک جائز نہیں ہے۔اور اسلامی نظریہ سے تمام انسان بہ حیثیت انسان شرف و تکریم کے مقام پر کھڑے ہیں۔چنانچہ رب العالمین کا فرمان: **ولقد کرمنا بنی آدم**۔بلاشبہ ہم نے اولاد آدم کو مکرم و معزز بنایا ہے۔اس شرف و فضیلت میں صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم یہود و نصاری سب برابر کے شریک ہیں۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں رحمتہ العالمین مسلم غیر مسلم یہود و نصاری سب کیلئے بن کر آئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمتہ العالمین میں کوئی تفریق نہیں۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا سب سے بڑا مشن اور نصب العین انسانی قدروں کا تحفظ کرنا تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پامال و برباد ہو چکی تھیں۔چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری حج کے موقع پر جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا وہ انسانی حقوق کے عالمی منشور کی حیثیت رکھتا ہے۔فرمایا کہ اے لوگو! بے شک تم سب کا پروردگار ایک ہے۔اور تم سب کا باپ بھی ایک ہے (یعنی سب حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔خبردار! کسی عربی کو عجمی پر برتری نہیں اور نہ کسی عجمی کو عربی پر فضیلت ہے۔نہ کالے رنگ والا گورے رنگ والے پر فوقیت رکھتا ہے نہ گورے رنگ والا کالے پر سوائے تقوی اور پرہیزگاری کے (یعنی فضیلت کا معیار اخلاق فاضلہ ہیں نہ کہ رنگ و نسل) اسکے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ اکرام سے پوچھا کہ میں نے اللہ تعالی کا پیغام تم تک پہنچا دیا؟ صحابہ اسکی تصدیق فرمائی! پوچھا کہ آج کونسا دن ہے؟ صحابہ نے فرمایا کہ آج قربانی کا قابل احترام دن ہے! پھر پوچھا کہ یہ کونسا شہر ہے؟ صحابہ نے فرمایا کہ یہ باعزت شہر مکہ معظّمہ ہے۔پھر فرمایا کہ جس طرح یہ شہر یہ مہینہ یہ دن تمہاری نظر میں باعث احترام ہے اسی طرح تمہارے مال، تمہارے خون، تمہاری عزتیں بھی آپس میں قابل احترام ہیں، جنکی حق تلفی کسی کیلئے بھی روا نہیں ہے) پھر فرمایا کہ جس نے بھی یہ پیغام سنا ہے۔وہ ان لوگوں تک پہونچا دے جنھوں نے یہ پیغام نہیں سنا ہے۔اسلئے انسانیت کے ناطے انسان چاہے دوسرے مذاہب و نظریات سے وابستہ ہی کیوں نہ ہو اسلام اسکے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرنے کا حکم دیتا ہے۔

ایک حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مخلوق کو اللہ تعالی کا کنبہ بتاتے ہوئے ان کے ساتھ بہترین سلوک کی ترغیب دی ہے۔یہی نہیں، بلکہ آپ کے بعد خلفاء اربعین میں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے دور خلافت میں انسانیت کے بیش بہا نمونے ظاہر ہوئے۔انسانیت کے ناطے انسانوں میں فرق پیدا کرنا نہ صرف انسانیت اور انصاف کے خلاف ہے بلکہ کوئی مذہب اسکی قطعی اجازت نہیں دیتا۔حضرت عمر کے دور میں ایک معاہدہ قبیلہ اہل قدس جو کہ عیسائی ہیں کیا گیا تھا جس میں جان و مال کی حفاظت، کلیسا، صلیبوں اور ان کے دین کی حفاظت کی ضمانت کے علاوہ یہ بھی یقین دہانی کرائی گئی تھی کہ کلیساؤں میں کوئی دخل اندازی نہیں کریگا اور نہ اسے منہدم کیا جائیگا۔نہ نقصان پہنچایا جائیگا۔نہ صلیب چھینی جائے گی۔نہ مال چھینا جائے گا۔نہ مذاہب کے معاملہ میں کوئی زور زبردستی کی جائی گی۔نہ ہی کسی کو اذیت دیجائی گی۔قبیلہ عانات کے لوگوں کے ساتھ حضرت خالد بن ولیدؓ کے معاہدہ میں اس بات کی آزادی دی گئی تھی کہ وہ رات دن جب چاہیں ناقوس بجا سکتے ہیں اور اپنے جشن کے دنوں میں اپنی صلیبی گشت کرا سکتے ہیں۔یہ ہیں مذہب اسلام میں انسانی حقوق کہ کسی بدترین دشمن کیساتھ بھی غیر انسانی سلوک کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔مگر یہ بات یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام اور اسکی تعلیمات ہمیشہ سورج کی طرح روشن ہیں اور رہیں گے اور دنیا میں جب بھی کسی کو سکون کی تلاش ہوگی اسکو صرف اسلام ہی کا نظر آئے گا۔کیوں کہ اس روئے زمین پر اسلام سے زیادہ انسانیت نواز انسانی حقوق کا ضامن نہ کوئی مذہب ہے نہ کسی نظریہ میں اتنی طاقت ہے کہ جو ساری دنیا کی انسانی ضرورتوں کی تکمیل کر سکے۔

سید محمد عادل فریدی

کرہ ارض پر آرکٹک کا حصہ چار گنا رفتار سے گرم ہو رہا ہے: اقوام متحدہ

گزشتہ چالیس سالوں میں زمین کے شمالی حصہ آرکٹک میں گرمی کی شرح میں تقریباً چار گنا سے زیادہ کا اضافہ درج کیا گیا ہے۔اقوام متحدہ کے موسمیاتی سائنس پینل کی حال ہی میں شائع شدہ رپورٹ کے مطابق آرکٹک امپلی فکیشن کے نام سے مشہور عمل کی وجہ سے شمالی علاقہ عالمی اوسط سے چار گنا رفتار سے گرم ہو رہے ہیں۔تحقیق میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ موسمیاتی ماڈل قطبی درجہ حرارت کی شرح کے حوالہ سے غلط اندازہ لگا رہے ہیں۔(یو این آئی)

سیاحتی اور کمرشل ویزہ پر بھی عمرہ کی اجازت، سعودی حکومت کا نیا اقدام

سعودی عرب کے وزارت حج وعمرہ نے جمعرات کو اعلان کیا ہے کہ سیاحتی اور تجارتی ویزہ پر بھی اب سعودی عرب میں قیام کے دوران عمرہ کی ادائیگی کی اجازت ہوگی۔ یہ سہولت دنیا کے 49 ممالک کے شہریوں کے لیے دستیاب ہے۔وزارت نے کہا کہ عمرہ کرنے کے اہل ہونے والوں میں امریکہ، برطانیہ اور شینگن ویزا رکھنے والے بھی شامل ہیں۔ یہ موجودہ سال 1444 ہجری کے نئے عمرہ سیزن کے آغاز سے نافذ ہو رہا ہے، جس کا مقصد دنیا بھر میں مسلمانوں کی سب سے بڑی تعداد کے لیے آزادانہ اور آسانی سے عمرہ کرنے کا راستہ کھولنا ہے۔بغیر کسی پیشگی درخواست کے اس طرح کا ویزا رکھنے والوں کو مملکت سعودی عرب کے سبھی شہروں اور علاقوں کا دورہ کرنے کی اجازت ہوگی۔عمرہ کرنے کے لیے زائرین کے لیے جامع ہیلتھ انشورنس حاصل کرنا ضروری ہے، جس میں کورونا وائرس کے انفیکشن کے علاج کے اخراجات کی کوریج شامل ہے۔موت یا معذوری کے نتیجے میں حادثات، پرواز میں تاخیر یا منسوخی اور دیگر معاملات کی وجہ سے اخراجات خود برداشت کرنے ہوں گے۔(نیوز۔۱۸،اردو)

غزہ میں ایک ہفتے کے دوران اسرائیلی حملوں میں 48 فلسطینی ہلاک: اقوام متحدہ

اقوام متحدہ کی ہائی کمشنر برائے انسانی حقوق مشیل بیچلیٹ نے غزہ میں تازہ ترین کشیدگی میں بچوں سمیت فلسطینیوں کی بڑی تعداد میں ہلاک اور زخمی ہونے پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔بیچلیٹ نے اپنے بیان میں کہا کہ تنازعہ کے دوران کسی بھی بچے کو تکلیف پہنچانا انتہائی پریشان کن ہے اور اس سال بہت سے بچوں کا قتل اور معذور ہونا ناقابل قبول ہے۔اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے دفتر نے گزشتہ ہفتے کے تشدد میں 48 فلسطینیوں کی ہلاکتوں کی تصدیق کی ہے۔ان میں کم از کم 22 عام شہری تھے، جن میں 17 بچے اور چار خواتین شامل ہیں۔(نیوز۔۱۸)

چاڈ: شادی سے انکار کرنے والوں پر جرمانے عائد کرنے کی سفارش

افریقی ملک چاڈ کے شمالی مشرقی علاقے مانقالمی میں ایسے افراد پر جرمانے عائد کرنے کی سفارش کی گئی جو شادی کی غرض سے آنے والے رشتوں سے انکار کر رہے ہیں۔اس خطے کی اسلامک کونسل نے فیصلہ دیا ہے کہ رشتوں کو انکار کرنے والے مردوں پر لگ بھگ 15 ڈالر جبکہ خواتین پر 23 ڈالر تک جرمانہ عائد کیا جائے۔ حالانکہ چاڈ میں خواتین کے حقوق کی تنظیم ''چاڈین وویمنز رائٹس کونسل'' نے اس فیصلے کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ فیصلہ غیر قانونی ہے کیونکہ ملک میں نافذ العمل قوانین شادی میں رضامندی کی آزادی کو یقینی بناتے ہیں۔تاہم دوسری جانب چاڈ کی اسلامک کونسل جرمانہ عائد کرنے کے فیصلے کا دفاع کرتے ہوئے دعویٰ کر رہی ہے کہ یہ شریعت میں درج ہدایات کے عین مطابق ہے۔یاد رہے کہ چاڈ میں جبری شادیاں عام ہیں اور کم عمر بچیاں اکثر و بیشتر جبری شادیوں کا شکار بنتی رہتی ہیں۔اگرچہ 2015 میں ملک میں چائلڈ میرج کے خلاف قانون سازی کرتے ہوئے اس کو غیر قانونی قرار دیا گیا تھا۔مگر چاڈ کے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق بیس سے چوبیس سال کی 60 فیصد لڑکیوں کی شادیاں اس وقت ہوئی تھیں، جب وہ کم عمر تھیں۔(بی بی سی لندن)

بحر عرب میں ہندوستانی جہاز پلٹا، پاک بحریہ نے 9 ہندوستانیوں کو بچایا

پاکستانی بحریہ نے جمعرات کو بحیرہ عرب میں ڈوبنے والے بحری جہاز کے عملے کے 9 ارکان کو ڈوبنے سے بچا لیا۔پاک بحریہ کے تعلقات عامہ کے ڈائریکٹر جنرل نے ایک بیان میں کہا کہ یہ واقعہ 9 اگست کو صوبہ بلوچستان کے ساحلی شہر گوادر کے قریب اس وقت پیش آیا جب ہندوستانی جہاز ''جمنا ساگر'' میں ڈوب گیا۔اس میں عملے کے 10 ارکان تھے۔ بیان کے مطابق پاک بحریہ کو بحری جہاز کے ڈوبنے کی اطلاع موصول ہوئی جس کے بعد بحریہ نے ایک مشکل وقت میں آئی کال کا جواب دیا اور پاکستان سمندری انفارمیشن سینٹر نے قریبی تجارتی جہاز ایم ٹی کروئی بیکے کو فون کیا کہ وہ ہندوستانی جہاز کے پھنسے ہوئے عملے کو ضروری مدد فراہم کرنے کے لئے کرے۔ بیان میں کہا گیا ہے کہ تجارتی جہاز نے بالآخر عملے کے نو ارکان کو بچایا اور انہیں دبئی بندرگاہ کے راستے پر چھوڑ دیا۔اس کے ساتھ ہی پاک بحریہ کا ایک جہاز بھی دو ہیلی کاپٹروں کے ساتھ علاقے میں پہنچا اور جہاز کے ڈوبنے کے بعد لاپتہ ہونے والے عملے کے ایک رکن کی لاش کا سراغ لگایا۔ پاک بحریہ نے لاش برآمد کر کے مزید کارروائی کے لیے پاکستان میری ٹائم سیکیورٹی ایجنسی (PMSA) کے عہدیداروں کو سونپ دیا۔(نیوز۔۱۸اردو)

طالبان رہنما شیخ رحیم اللہ حقانی دھماکے میں ہلاک

طالبان کے سرکردہ عالم شیخ رحیم اللہ حقانی جمعرات کو کابل میں ایک حملے میں مارے گئے۔کابل واقع اسکول میں دھماکے کی تصدیق انٹیلی جنس ڈپارٹمنٹ کے چیف عبدالرحمٰن نے کردی ہے، ساتھ ہی امارات اسلامی کے نائب ترجمان بلال کریمی نے شیخ رحیم اللہ حقانی کی موت کی بھی تصدیق کی ہے۔حملہ افغان دارالحکومت میں ایک دینی مدرسے میں اس وقت ہوا جب ایک شخص جو پہلے اپنی ٹانگ کھو چکا تھا، اس نے پلاسٹک کی مصنوعی ٹانگ میں چھپایا گیا دھماکہ خیز مواد اڑا دیا۔ پر یہ واضح نہیں ہوسکا کہ دھماکے کے پیچھے کس کا ہاتھ تھا، ذرائع کے مطابق طالبان اس کی تحقیقات کر رہے ہیں۔(ایجنسیاں)

اے ایم یو میں مولانا مودودی اور سید قطب کی کتابیں نصاب سے خارج

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں برصغیر کے معروف عالم دین مولانا مودودی اور مصری اسلامی اسکالر سید قطب کی کتابوں کو نصاب سے خارج کر دیا گیا ہے۔بعض سخت گیر ہندو قوم پرستوں نے ان کی کتابوں پر اعتراض کیا تھا۔

بھارت کے بعض ہندو قوم پرستوں نے وزیر اعظم نریندر مودی کے نام ایک مکتوب لکھا تھا، جس کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے برصغیر کے معروف عالم دین مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور مصری مسلم اسکالر سید قطب کی تعلیمات کو اپنے نصاب سے ہٹا دیا ہے۔ ہندو قوم پرستوں نے بھارتی یونیورسٹیوں میں ان مسلم اسکالر کی کتابیں پڑھانے پر اعتراض کرتے ہوئے پابندی لگانے کا مطالبہ کیا تھا اور اس کے لیے وزیر اعظم مودی کو خط لکھا تھا۔ابھی تک صرف علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے اس پر پابندی کا فیصلہ کیا ہے۔علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے محکمہ رابطہ عامہ سے وابستہ ایک اہلکار نے ڈی ڈبلیو اردو سے بات چیت میں اس فیصلے کی یہ کہہ کر تصدیق کی ہے کہ بہت سے پروفیسر اس کے مخالف تھے، تاہم وائس چانسلر کے احکامات کے بعد ایسا کرنا پڑا اور دونوں اسلامی مفکرین کی کتابوں کو نصاب سے نکال دیا گیا ہے۔

یونیورسٹی کا کیا کہنا ہے؟ یونیورسٹی کے ایک افسر نے ڈی ڈبلیو اردو سے بات چیت میں کہا کہ اس تنازعے کی ابتدا اس وقت ہوئی جب بعض ہندو اسکالرز نے مولانا مودودی اور سید قطب کے لٹریچر کو 'جہادی' قرار دیا اور میڈیا سے کھل کر کہا کہ انہوں نے اس پر پابندی کے لیے ایک خط لکھا ہے۔ یونیورسٹی کے ترجمان شافع قدوائی نے بھارتی میڈیا سے بات چیت میں کہا کہ ان دونوں اسکالرز کی تعلیمات کو نصاب سے ہٹانے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔اور یہ یونیورسٹی میں کسی بھی تنازعہ سے بچنے کے لیے کیا گیا ہے۔ وقت کے ساتھ حالات بدل گئے ہیں۔ شاید جو بات پہلے پڑھانے کے قابل سمجھی جاتی تھی وہ اب اس قابل نہیں سمجھی جاتی ہے۔علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ اسلامک اسٹڈیز میں حکومت اور انتظامیہ سے متعلق اسلامی نظریات کی بھی تعلیم دی جاتی ہے اور اس سلسلے سید قطب اور ابوالاعلیٰ مودودی نے اسلامی طرز حکومت پر جو نظریات پیش کیے ہیں وہ نصاب کا حصہ تھے۔ڈی ڈبلیو اردو نے جب شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے چیئرمین پروفیسر محمد اسماعیل سے رابطہ کیا تو انہوں نے بتایا کہ پہلے انہوں نے مزاحمت کی تھی تاہم جب وائس چانسلر نے حکم دیا تو ہم نے ان کی کتابوں کو نصاب سے ہٹا دیا۔ان کا کہنا تھا کہ بعض لوگوں کو اعتراض اس بات پر تھا کہ ان کا لٹریچر جہادی ہے جو تشدد پر اکساتا ہے۔اس پر ہم نے انہیں چیلنج کیا کہ اگر وہ ایسا کوئی ایک جملہ بھی دکھا دیں جو تشدد پر آمادہ کرتا ہو، تو وہ ان کی بات تسلیم کر لیں گے۔لیکن وہ اس میں ناکام رہے۔ ہم نے یہ بات یونیورسٹی حکام کو بھی سمجھانے کی کوشش کی لیکن جب وائس چانسلر نے حکم دے دیا تو اسے ماننا پڑا۔ان کا مزید کہنا تھا کہ بعض لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ سعودی عرب جیسے ممالک بھی ان کی سیاسی تعلیمات سے گریز کرتے ہیں، تو ہم نے انہیں یہ جواب دیا کہ مودودی اور سید قطب کی تعلیمات دراصل جمہوری اقدار پر مبنی ہیں، اور ان ممالک کی اشرافیہ حکومتیں اسے پسند نہیں کرتیں، اس لیے انہوں نے ایسا کیا ہے۔ان سے جب یہ سوال کیا گیا فسطائیت اور نازی ازم جیسے معتوب سیاسی نظریات کو بھی پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے، تاکہ اس کو سمجھا جا سکے تو پھر نصاب سے نکال دینے سے، تو فائدے کے بجائے اکیڈمک نقصان ہوگا؟ اس پر انہوں نے کہا ''میرا بھی یہی خیال ہے تاہم ان حالات میں آخر کیا بھی کیا جا سکتا ہے؟''

ہندو قوم پرستوں کا مطالبہ: بھارت میں دائیں بازو کے سخت گیر ہندو نظریات کے حامل تقریباً دو درجن افراد نے ایک کھلا مکتوب وزیر اعظم نریندر مودی کے نام لکھا تھا۔اس کا عنوان تھا: ''علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ اور جامعہ ہمدرد جیسے حکومت کی مالی اعانت سے چلنے والے اداروں میں ملک اور قوم کے مخالف نصاب طلبہ کو پڑھایا جاتا ہے۔''

اس میں مزید لکھا گیا ہے ''ہم اس خط پر دستخط کرنے والے تمام، آپ کے نوٹس میں لانا چاہتے ہیں کہ حکومتی مالی اعانت سے چلنے والی مسلم یونیورسٹیوں جیسے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ اور ہمدرد یونیورسٹی کے بعض شعبوں میں ڈھٹائی سے اسلامی جہادی نصاب کی پیروی کی جا رہی ہے۔'' حالانکہ ان اس خط میں ان یونیورسٹیوں سے ایسے تعلیم نصاب کو ہٹانے کا مطالبہ کیا گیا ہے، جہاں مسلم طلبہ کی اکثریت ہے، تاہم ابھی تک اس پر پابندی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں لگائی گئی ہے۔

مانو (MANUU) میں فاصلاتی کورسز میں داخلے کیلئے اعلامیہ جاری

مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی میں تعلیمی سال 2022-23 میں فاصلاتی طریقہ تعلیم کے پروگراموں میں داخلے کے لیے آن لائن درخواستوں کے لیے اعلامیہ جاری کر دیا گیا ہے۔ پروفیسر رضاء اللہ خان ڈائرکٹر انچارج نظامت فاصلاتی تعلیم کے بموجب ایم اے) اردو، انگریزی، اسلامک اسٹڈیز(، بی اے اور بی کام کے علاوہ ڈپلوما ان ٹیچ انگلش، ڈپلوما ان جرنلزم اینڈ ماس کمیونکیشن، سرٹی فیکیٹ کورس اہلیت اردو بذریعہ انگریزی اور سرٹیفکیٹ کورس فنکشنل انگلش میں داخلے دیئے جارہے ہیں۔آن لائن درخواست فارم داخل کرنے کی آخری تاریخ 20 اکتوبر اور فیس ادائیگی کی آخری 31 اکتوبر مقرر ہے۔ جولائی 2022 سیشن کے لیے ای پراسپکٹس اور آن لائن درخواست فارم ویب سائٹ manuu.edu.in/dde (داخلہ پورٹل) manuuadmission.samarth.edu.in پر دستیاب ہیں۔مندرجہ بالا پروگرامس کے لیے درخواست فارم کو پراسپکٹس میں دیئے گئے رجسٹریشن فیس اور پروگرام فیس کے ساتھ آن لائن داخل کرنا ہوگا۔ امیدوار مزید تفصیلات کے لیے طلبہ رہبری یونٹ ہیلپ لائن 040-23008463 اور 040-23120600 (ایکسٹنشن 2207 2208 &) اور ٹال فری نمبر 18004252958 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔اس کے علاوہ مزید تفصیلات کے لیے طلبہ نئی دہلی، کولکتہ، بنگلور، ممبئی، پٹنہ، دربھنگہ، بھوپال، رانچی، سری نگر، جموں، امراوتی، حیدرآباد، نوح، ورانسی اور لکھنو میں واقع یونیورسٹی کے ریجنل، سب ریجنل سنٹرس سے بھی رابطہ کر سکتے ہیں یا ویب سائٹ manuu.edu.in/dde ملاحظہ کریں۔

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

ماسٹر نصر الحق صاحب ایک کہنہ مشق اور بافیض استاد تھے/حضرت امیر شریعت

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے معروف ادارہ المعہد العالی للتدریب فی الافتاء والقضاء پھلواری شریف پٹنہ کے قدیم استاذ جناب ماسٹر نصر الحق صاحب کے سانحہ ارتحال پر حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ وسجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر نے اپنے تعزیتی پیغام میں فرمایا کہ درس وتدریس، تعلیم وتعلم ایک مقدس عمل ہے، استاتذہ کرام کی اہمیت دنیا کے تمام مذاہب سمیت اسلام میں خصوصیت سے بتائی گئی ہے، بافیض اور مخلص اساتذہ روئے زمین پر اللہ کی نعمت ہیں، جو انسانیت کے معمار کہلاتے ہیں، اور مشکل حالات میں بھی درس وتدریس کے ذریعہ نسلوں کی تعمیر اور ان کی کامیاب زندگی کے لئے شب وروز جدوجہد کرتے ہیں، اسی لئے آج بھی ویسے اساتذہ کی ہرجگہ قدر ہے۔ جناب ماسٹر محمد نصر الحق صاحب مرحوم کی شناخت ایک کامیاب کہنہ مشق اور مخلص استاذ کی حیثیت سے رہی ہے، وہ ایک دہائی سے زائد عرصے سے المعہد العالی میں تربیت افتاء وقضاء کے علماء کو انگریزی زبان کی تعلیم دے رہے تھے، صبر وتحمل اور مشفقانہ انداز تعلیم ان کی طبیعت کا حصہ تھی، اسی لئے ان سے تعلیم پانے والے علماء حد درجہ ان سے مانوس تھے، ان کے وصال سے نہ صرف المعہد العالی امارت شرعیہ کا نقصان ہوا بلکہ ایک بڑا حلقہ ایک بافیض استاذ سے محروم ہوگیا، اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے خویش واقارب کو صبر جمیل دے، واضح رہے کہ عیدالاضحیٰ کی تعطیل تک ماسٹر صاحب مستعدی کے ساتھ تدریسی فریضہ انجام دے رہے تھے، عیدالاضحیٰ کے بعد ان کی طبیعت ناساز ہوئی، علاج ومعالجہ کا سلسلہ جاری تھا، کہ اچانک مورخہ 4/اگست 2022ء کو انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہد یا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی نماز جنازہ میں امارت شرعیہ کے علماء سمیت بڑی تعداد میں عوام وخواص نے شرکت کی۔ حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم کے علاوہ حضرت نائب امیر شریعت مولانا محمد شمشاد رحمانی صاحب مدظلہ، قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی، ومولانا عبدالباسط ندوی سکریٹری المعہد العالی سمیت امارت شرعیہ کے دیگر ذمہ داران وکارکنان اور حضرات قضاۃ نے ان کی وفات پر تعزیتی کلمات کہے اور ان کی اخروی درجات کی بلندی کی دعائیں کیں۔

امارت شرعیہ کے زیر اہتمام ضلع شیخ پورہ پالی گنج اور بھداسی ارول میں ائمہ کرام وذمہ داران مساجد کا مشاورتی وتربیتی اجلاس

امارت شرعیہ بہار ڈیشہ وجھارکھنڈ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے پریس بیان میں فرمایا کہ مساجد، مدارس، خانقاہ اور قبرستان کے وجود کی تحفظ کیلئے ضروری ہے کہ کاغذات درست کریں موجودہ حالات میں مساجد کی حفاظت کیلئے زیادہ بیدار رہنے کی ضرورت ہے، ملت اسلامیہ کیلئے مساجد مذہبی ودینی شعائر کی حیثیت رکھتی ہیں فی الوقت مسلمانوں کو جن مسائل کا سامنا ہے اس سے ہر فرد واقف ہے، امارت شرعیہ نے ہمیشہ امت کی فلاح کیلئے اقدام کئے ہیں مساجد کی حفاظت کیلئے بھی فکرمند ہے حالیہ دنوں میں بھی حضرت امیر شریعت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ کی قیادت میں امارت شرعیہ پوری فکرمندی کے ساتھ میدان عمل میں سرگرم ہے، آج امت کو مختلف میدانوں میں مناسب رہنمائی کی بروقت ضرورت ہے اور اس کے لیے مسجدیں اہم مقام ہیں، مسجد کے منبر ومحراب سے جو صدا بلند ہوتی ہے وہ گھر گھر جاتی ہے اور دل کے کانوں سے سنی جاتی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کو صرف پنج وقت نمازوں کے لیے ہی استعمال نہیں کیا ؛ بلکہ دور نبوی اور دور صحابہ میں مسجد ایک کثیر المقاصد ملی خدمات کا مرکز تھیں اور زندگی کے ہر مرحلہ میں امت کو مسجد کے منبر ومحراب سے رہنمائی ملتی تھی، مساجد کی حفاظت اور مسجد کی افادیت کو اسی طرح عام کرنے اور اس کو منہج نبوی اور منہج صحابہ کے طرز پر کثیر الجہات خدمت کا مرکز بنانے کے لیے امارت شرعیہ نے شعبہ امور مساجد قائم کیا اور ائمہ وخطباء اور ذمہ داران مساجد کو اس شعبہ سے مربوط کیا ہے، مولانا نے مزید کہا کہ حضرت امیر شریعت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ کی ہدایت پر شعبہ امور مساجد امارت شرعیہ پھلواری شریف کے تحت ضلعی سطح پر ائمہ کرام اور ذمہ داران مساجد کا تربیتی ومشاورتی اجلاس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے تاکہ ہر ضلع کے ائمہ کرام اور ذمہ داران مساجد کو امارت شرعیہ سے مضبوطی کے ساتھ جوڑا جائے، اور ان کے ذریعہ سماجی، تعلیمی، دینی اور ملی کاموں کو منظم طور پر انجام دیا جاسکے اور مساجد، مدارس کی حفاظت کیلئے ہم کیا اقدام کرسکتے ہیں اس کی فکر کی جائے، اسی ضمن میں الحمد اللہ عیدالاضحیٰ سے قبل ضلع نوادہ، نالندہ، گیا، اور جہان آباد کے ائمہ کرام وذمہ داران مساجد کا تربیتی ومشاورتی اجلاس منعقد ہوچکا ہے، اب اگست کی مختلف تاریخوں میں ضلع شیخ پورہ، ضلع ارول اور ضلع پٹنہ کے پالی گنج دلہن بازار بلاک کے ائمہ کرام وذمہ داران مساجد کا تربیتی ومشاورتی اجلاس مندرجہ ذیل تاریخوں میں امارت شرعیہ پھلواری شریف کے زیر اہتمام منعقد ہوگا مورخہ ۱۴/اگست ۲۰۲۲ء بروز اتوار بوقت دس بجے دن بمقام نوری مسجد یحیٰ پور ضلع شیخ پورہ، مورخہ ۲۱/اگست بروز اتوار بوقت دس بجے دن بمقام مدرسہ سعیدیہ پالی گنج ضلع پٹنہ اور مورخہ ۲۸/اگست بروز اتوار بوقت دس بجے دن بمقام مدرسہ عظمتیہ بھداسی ضلع ارول میں ائمہ کرام وذمہ داران مساجد کا تربیتی ومشاورتی اجلاس منعقد ہوگا، ان سبھی اجلاس میں ممتاز علمائے کرام اور مرکزی دفتر امارت شرعیہ کے ذمہ داران کی شرکت ہوگی، مولانا نے مساجد کے ذمہ داران ومتولیان سے مساجد کے تحفظی اقدامات کی گذارش کے ساتھ فرمایا کہ معاشرہ کی اصلاح اور مسلم معاشرہ کو ترقی کی راہ پر لانے میں ائمہ کرام کا اہم کردار ہے، وہ مساجد کے منبر ومحراب سے اصلاح معاشرہ کا کام تسلسل کے ساتھ انجام دیتے ہیں ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ان کا احترام کریں ان کی ضروریات کا پورا خیال رکھیں اور انہیں معقول تنخواہ دیں، مساجد کو تعلیم کے مراکز بنائیں اور ائمہ کرام کو اس کا الگ سے وظیفہ دیکر بنیادی دینی تعلیم کو فروغ دیں۔

امارت شرعیہ کے نقیب حضرات سماجی مسائل کو حل کرنے میں اپنا کردار ادا کریں

تنظیم امارت شرعیہ تارڈیہہ بلاک دربھنگہ کی جائزہ میٹنگ

امارت شرعیہ کی بنیاد کلمہ واحدہ اور اتحاد واجتماعیت پر ہے چاروں ریاستوں کے نقباء حضرات اپنے اپنے مقام پر حضرت امیر شریعت کے معزز نمائندہ ہیں جن کی بنیادی ذمہ داریوں میں ہے کہ وہ مقامی سماجی مسائل ومشکلات کو حل کریں وہ خود بھی احکام شریعت کے پابند ہوں اور عام مسلمانوں کو بھی احکام اسلام پر عمل کرنے کی ترغیب دیں امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف جس نہج پر سو سالوں سے ملک وملت کی خدمات انجام دے رہی ہے۔ اسی نہج پر امارت شرعیہ کے تمام نقباء حضرات کی ذمہ داری ہے کہ وہ اصلاح معاشرہ کے کاموں کو اپنا فرض منصبی سمجھ کر پایہ تکمیل تک پہنچائیں معاشرسے برائیوں کو دور کرنے اور نیکی کے کاموں کو فروغ دینے میں ہر ممکن اپنا تعاون پیش کریں اسی طرح دینی وعصری تعلیم کی ترویج واشاعت میں پوری جدوجہد صرف کریں خصوصًا انسانیت کی بنیاد پر خدمت خلق کرنے اور بساط بھر تمام سماجی وفلاحی کاموں کو انجام دینے کو اپنے لئے باعث افتخار سمجھیں، موجودہ وقت میں مذہبی رواداری اور سماجی ہم آہنگی امارت شرعیہ کی پہلی ترجیح ہے جسے وہ پہلے دن سے انجام دیتی آرہی ہے اس کی فضاء بنانے میں اپنا کردار ادا کریں مذکورہ باتیں امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف پٹنہ کے معاون ناظم مولانا احمد حسین قاسمی مدنی نیا مارت شرعیہ کے نقباء حضرات کو مخاطب کرتے ہوئے کہیں انہوں نے موجودہ حالات کے پس منظر میں بھی نئے چیلنجز اور مشکلات کا سامنا کرنے کے حوالہ سے بھی کہا کہ مخلصین اور سچے رضا کار وخدمت گار کا اصل امتحان مشکل وقت میں ہی ہوتا ہے آج امت کا ہر طبقہ دوسروں کی طرف امداد وتعاون کی نگاہ ڈال رہا ہے ہے حالاں کہ یہ سب کا فرض ہے کہ وہ اپنے اندر مطلوبہ اہلیت وقابلیت پیدا کرے اور اس قابل بنے کہ وہ اپنی قوم وملک کے ہر فرد کیلئے کارآمد ثابت ہو۔ میڈیا کا جواب دیتے ہوئے موصوف نے فرمایا کہ امارت شرعیہ کی انسانی خدمات پورے ملک کے طول وعرض میں معروف ہیں وہ دستور ہند کی روشنی میں انسان کے فلاح وبہبود اور تعلیم وصحت کے نمایاں کام بلاتفریق مذہب وملت انجام دیتی ہے

آج تارڈیہہ بلاک کے تمام نقباء واہم ذمہ داران سے امارت شرعیہ کی مجودہ تحریک اور سماجی خدمات کے حالیہ لائحہ عمل کے موضوع پر پٹنہ کے مرکزی دفتر سے آئے ہوئے مہمان مولانا احمد حسین قاسمی مدنی معاون ناظم نے تفصیلی بات کی۔ اس موقع پر بعض پنچایتوں سے صدر وسکریٹری کیلئے چند ناموں کی تجویز بھی سامنے آئی مکاتب دینیہ کے قیام پر بھی گفتگو ہوئی نشہ خوری اور جہیز تلک اور شادی میں فضول خرچیوں کے خلاف بھی اہم باتیں سامعین کے سامنے رکھی گئیں اور سماجی سطح پر اس کے خلاف تحریک چلانے پر بھی زور دیا گیا اس کے علاوہ حضرت امیر شریعت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب مدظلہم کی اصلاحی, تعلیمی وتعمیری نئی تحریک سے بھی حاضرین کو روشناس کرایا گیا. اس موقع پر تارڈیہہ بلاک کے صدر جناب ڈاکٹر نسیم اعظم صدیقی نے تنظیم امارت شرعیہ بلاک تارڈیہہ کی عملی پیش رفت اور رپورٹ پیش کی اور وہاں کے متحرک صدر جناب مولانا مفتی اختر رشید قاسمی نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا اور نظامت کے فرائض انجام دئے اس پروگرام کو ان دونوں حضرات نے مقامی نقباء ومخلصین کے ذریعہ کامیاب بنانے میں اپنی کاوش اور جدوجہد سے سامعین کے دلوں کو جیت لیا اس اجلاس میں تارڈیہہ بلاک کی اکثر پنچایتوں سے نقباء حضرات نے بڑی تعداد میں شرکت کی خصوصیت کیساتھ ماسٹر عبدالرزاق نقیب ککوڑھا وجناب ماسٹر قمر الہدیٰ نائب نقیب ککوڑھا جناب راشد جناب غضنفر جناب بشارت صاحب کے علاوہ دیگر سماجی کارکنان بھی موجود تھے۔

دعاء مغفرت

ہندوستان کے معروف صاحب قلم، جواں سال عالم دین مولانا محمود حسنی ندوی مورخہ ۱۳/محرم الحرام ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۲/اگست ۲۰۲۲ء رز جمعہ لکھنؤ میں رحلت فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، مولانا مرحوم علمی وادبی حلقوں میں بیحد مقبول تھے، وہ معروف رسالہ **"تعمیر حیات"** کے نائب مدیر اور کئی کتابوں کے مصنف تھے، انہوں نے علمی وتحقیقی میدان میں خوب نام کمایا اور کتابی شکل میں اپنے پیچھے ایک بڑا علمی ذخیرہ چھوڑا، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے آمین، قارئین سے بھی دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

مکاتب کی اہمیت

شیخ الھند مولانا محمود حسنؒ جب مالٹا کی اسیری سے رہائی پانے کے بعد واپس آئے تو پورے درد اور طاقت سے یہ فرمایا تھا:

"میں نے جیل (مالٹا) کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان آج دینی ودنیاوی اعتبار سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو میری سمجھ میں اس کے دو اسباب آئے۔ ایک تو مسلمانوں کا قرآن مجید کا چھوڑ دینا، دوسرے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی۔ اس لئے میں مالٹا جیل سے عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اسی کام میں صرف کروں کہ قرآن کریم کو لفظا ومعنا عام کیا جائے۔ بچوں کے لئے لفظی تعلیم کے مراکز بستی بستی قائم کئے جائیں۔ بڑوں کو عوامی درس قرآن کی صورت میں اس کے معنی ومفہوم سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لئے آمادہ کیا جائے۔ اس لئے ہر خاص وعام اہل اسلام کو لازم ہے کہ اپنے اپنے درجے کے مطابق کلام اللہ کو سمجھنے میں کوتاہی نہ کرے" (مسلمانوں پر قرآن کا حق)

ہر معاملہ کو مذہب سے جوڑنا بی جے پی کا دھیان بھٹکانے کا پرانا حربہ

رام پنیانی

ہندوستان کی ثقافت اور مذہبی وراثت کی خوشحالی اس کے تنوع میں پنہاں ہے۔کئی شعرا اور مصنفین نے بتایا ہے کہ کس طرح دنیا کے الگ الگ حصوں سے مختلف ثقافتوں اور نسلوں کے لوگوں کے کارواں اس خطہ ارض پر پہنچے اور انھوں نے مل جل کر ہندوستان کی شکل میں کثیر رنگی پھولوں کے گلدستے کی بنیاد ڈالی۔لوگوں کے ایک ساتھ جڑنے کے اس عمل کا نقطہ عروج تھا جنگ آزادی، جب مختلف مذاہب، ذاتوں اور الگ الگ زبان بولنے والوں نے کندھے سے کندھا ملا کر ہندوستان کو غیر ملکی حکومت سے نجات دلانے کے لیے جدوجہد کیا۔جس دوران ملک میں یکسر محبت اور خیر سگالی بڑھ رہی تھی، اسی وقت کچھ ایسی طاقتیں بھی ابھریں جن کی سوچ منفی اور فرقہ وارانہ تھی اور جنھوں نے اس عمل کو رخنہ انداز کرنے کی کوشش کی۔اسی کوشش کا نتیجہ تھا ملک کی تقسیم۔

آزادی کے فوراً بعد کے سالوں میں تال میل اور خیر سگالی کو فروغ دینے والی طاقتیں اثر انداز تھیں، جب کہ تخریب کاری سوچ رکھنے والے کمزور اور حاشیے پر تھے۔گزشتہ چار دہائیوں میں فرقہ وارانہ طاقتوں نے بہت تیزی سے اپنا سر اٹھایا ہے۔وہ ہندوستان کے تنوع کو، ہندوستان کے ہم سب کا ملک ہونے کو قبول ہی نہیں کرنا چاہتے۔اس روش کی کچھ مثالیں گزشتہ دنوں سامنے آئی ہیں۔

ایک چھوٹے سے معمولی مدرسے کے مولانا نے مسلم گلوکارہ فرمانی ناز کے خلاف فتویٰ جاری کیا۔فرمانی ناز کا بھجن ’’ہر ہر شمبھو‘‘ زبردست ہٹ ہوا ہے۔یہ مولانا صاحب ٹی وی چینلوں کی پہلی پسند ہیں۔اپنے پرائم ٹائم میں یہ چینل مرغوں کی لڑائی کرواتے ہیں، جنھیں وہ بحث کہتے ہیں۔ان کے لیے انھیں دونوں مذاہب کے شدت پسند لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے جم کر لڑیں اور چینلوں کی ٹی آر بڑھے۔ان مولانا صاحب کا دارالعلوم دیوبند، جو کہ ملک کا اہم ترین مدرسہ ہے، سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔دارالعلوم فتویٰ تبھی جاری کرتا ہے جب کوئی اس سے کسی ایشو پر اس کی رائے دینے کو کہتا ہے۔فتویٰ دراصل حکم نہیں بلکہ ایک طرح کی رائے ہی ہوتا ہے۔

اسد کاظمی نامی یہ مولانا شاید ہندو بھجن گلوکاری کی طویل روایت سے واقف نہیں ہیں، جو محمد رفیع سے لے کر فراز خان تک جاتی ہے۔ان میں سے کچھ بھجنوں کی موسیقی ڈائریکٹر اے آر رحمٰن اور نوشاد جیسی غیر معمولی صلاحیتیں رہی ہیں۔مسلمانوں کے ذریعہ گائے بھجنوں کی فہرست کسی رجسٹر کے کئی صفحات بھر دے گی، لیکن میں صرف دو مثالیں دینا چاہوں گا۔میرا سب سے پسندیدہ بھجن ہے ’’من تڑپت ہری درشن کو آج‘‘۔اس کے بول شکیل بدایونی کے تھے، موسیقی نوشاد کی اور اسے آواز دی تھی محمد رفیع نے۔بڑے غلام علی خاں صاحب کے ذریعہ گائے بھجن ’’ہری اوم تتست‘‘ کو بھلا کون بھول سکتا ہے۔اور نہ ہی یہ یکطرفہ ہے۔کئی ہندو گلوکاروں نے قوالی کو نئی اونچائیاں بخشی ہیں۔ان میں شامل ہیں پربھا بھارتی اور دھرو سانگری۔

کچھ سال قبل کچھ لوگوں نے بنگالی فلم اداکارہ اور رکن پارلیمنٹ نصرت جہاں کو درگا پوجا میں حصہ لینے کے لیے خوب کھری کھوٹی سنائی تھی، جب کہ درگا پوجا بنگال کی ثقافت کا حصہ ہے۔سرحد کے اس پار پاکستان میں ایک پولیس والے کو ایک مسلم کالج ٹیچر کے بندی لگانے پر اعتراض تھا۔اس کا کہنا تھا کہ بندی ہندو مذہب سے جڑی ہوئی چیز ہے۔یہ اچھا ہوا کہ وہاں کی حکومت نے اس پولیس والے کو معطل کر دیا۔

منصوبہ بند طریقے سے یہ افواہیں اڑائی جاتی ہیں کہ مساجد میں اسلحے جمع کیے جاتے ہیں جن کا استعمال فرقہ وارانہ فسادات میں ہوتا ہے۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مساجد میں ہندوؤں کا داخلہ ممنوع ہے۔یہ بالکل بھی درست نہیں ہے۔الٹے کئی ہندو مندروں میں دیگر مذاہب کے لوگوں کے داخلے پر پابندی ہے۔جہاں تک مسجدوں کا سوال ہے، ان میں کوئی بھی جا سکتا ہے۔

الٹے کچھ اسکولوں نے جب اپنے طلبا کو مختلف مذاہب کی عبادت گاہوں کا دورہ کرانے کا فیصلہ لیا تب بجرنگ دل نے اس کی مخالفت کی۔بڑودہ کے دہلی پبلک اسکول نے بچوں کو ہمارے ملک کے مذہبی تنوع سے روبرو کروانے کے لیے انھیں ایک مسجد میں لے جانے کا اعلان کیا۔بجرنگ دل نے اس کی مخالفت کی اور اسکول کو متنبہ کیا کہ اگر بچوں کو مسجد لے جایا گیا تو اس کے سنگین نتائج ہوں گے۔نتیجہ یہ ہوا کہ پروگرام رد کر دیا گیا۔اس کے ایک ہفتہ پہلے طلبا کو ایک مندر میں لے جایا گیا تھا۔اسی طرح کے واقعات دہلی اور کرناٹک میں بھی ہوئے۔ہماری مشترکہ ثقافت پر یہ حملے مزید تیز اور تلخ ہوتے جا رہے ہیں۔پولرائزیشن کی سیاست کو فروغ دیا جا رہا ہے۔اس کی ایک مثال حال میں دیکھنے کو ملی جب کانگریس نے بڑھتی مہنگائی، ضروری اشیاء پر جی ایس ٹی لگائے جانے اور عوام کو پیش آ رہی دقتوں کے ضمن میں پارلیمنٹ سے راشٹرپتی بھون تک مارچ کیا۔مظاہرین سیاہ رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

اپنے کردار کے مطابق بی جے پی نے اس مظاہرہ کا استعمال بھی فرقہ وارانہ پولرائزیشن کے اپنے ایجنڈے کو آگے بڑھانے کے لیے کیا۔پارٹی کے سرکردہ لیڈر اور مرکزی وزیر داخلہ امت شاہ نے کہا کہ کانگریس رام مندر کی مخالفت کر رہی ہے۔اس کی وجہ انھوں نے یہ بتائی کہ کانگریس نے سیاہ کپڑوں میں مظاہرہ کرنے کے لیے اس دن کا انتخاب کیا جس دن 2 سال قبل وزیر اعظم نے رام مندر کے تعمیری کام کا افتتاح کیا تھا۔امت شاہ کا کہنا تھا کہ یہ مظاہرہ کانگریس کی مسلمانوں کو تسکین پہنچانے والی سیاست کا حصہ ہے۔اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر یوپی کے وزیر اعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ نے یہ مطالبہ کیا کہ کانگریس کو رام بھکتوں کی بے عزتی کرنے کے لیے ملک سے معافی مانگنی چاہیے۔

کانگریس نے شاہ-یوگی پر جوابی حملہ بولتے ہوئے کہا کہ وہ دراصل ایک جمہوری احتجاجی مظاہرہ، جو مہنگائی جیسے اہم ایشوز کو لے کر کیا گیا تھا، سے لوگوں کا دھیان ہٹانے کی گھناؤنی کوشش کر رہے ہیں اور سماج کو فرقہ وارانہ بنیاد پر پولرائز کرنا چاہتے ہیں۔عوام کی بڑھتی تکلیفوں کی طرف ملک اور حکومت کی توجہ مبذول کرنا ضروری ہے۔

اس احتجاجی مظاہرہ کو رام مندر اور تسکین والی سیاست سے جوڑ کر بی جے پی نے وہی کیا جو وہ برسوں سے کرتی آئی ہے۔یعنی ہر چیز کو مذہب سے جوڑو، ہر ایشو کو جذباتی بنا دو اور الگ الگ مذاہب کے لوگوں میں زیادہ سے زیادہ غلط فہمیاں پیدا کرو۔کیا دیگر پارٹیاں اور سماجی گروپ ہر ایشو کو فرقہ وارانہ رنگ دینے کی بی جے پی کی کوششوں کا مقابلہ کر سکیں گے؟ کیا جمہوری اور سیکولر شخص اور گروپ لوگوں کی توجہ بنیادی ایشوز سے بھٹکانے کی سنگین کوشش سے نمٹنے کا راستہ تلاش کر پائیں گے؟

بی جے پی اپنے حامی اداروں کے بڑے نیٹورک اور حکومت کے آگے سربسجود میڈیا کے ذریعہ اس ایجنڈے کو فروغ دے رہی ہے جس میں لوگوں کے مسائل کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ہدف صرف یہ ہے کہ عوام کو مذہبی اور جذباتی ایشوز میں الجھائے رکھا جائے۔

ہندوستان کی مشترکہ ثقافت پر چوطرفہ حملے ہو رہے ہیں۔عام لوگوں کی زندگی دشوار ہوتی جا رہی ہے، لیکن ان کے مسائل سے دھیان ہٹانے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے۔جمہوریت میں لوگوں کے مسائل سب سے اوپر ہونے چاہئیں، ہمیں ایک سچی جمہوریت کی تعمیر کے لیے مستقل کوشش کرنی چاہیے۔(مضمون میں پیش کردہ خیالات مضمون نگار کے ذاتی ہیں، اس کے تمام مشمولات سے ادارہ نقیب کا اتفاق لازم نہیں ہے۔)

پچھتر برس بعد بھارتی جمہوریت دباؤ میں

عاطف بلوچ اے پی (ڈوئچے ویلے جرمنی)

بھارت میں پانچ اگست کو شروع ہونے والا حکومت مخالف مظاہرہ ایک عام سا احتجاج تھا، جس میں اپوزیشن پارٹی نے مہنگائی اور افراط زر کے خلاف نعرے بازی کی، لیکن دیکھتے ہی دیکھتے حالات کچھ بدل گئے۔

بھارت میں بڑھتی بے روزگاری، غربت، مہنگائی اور دیگر کئی اہم سماجی و سیاسی مسائل پر احتجاجی مظاہرے ہوتے رہتے ہیں۔کمزور اپوزیشن کانگریس طاقتور وزیر اعظم نریندر مودی کا مقابلہ کرتی رہی ہے۔مودی کی بھارتیہ جنتا پارٹی گزشتہ دو انتخابات میں کانگریس پارٹی کو پچھاڑ چکی ہے، پانچ اگست کو جب راہل گاندھی حکومت مخالف ایک مظاہرے کی قیادت کر رہے تھے تو پولیس نے کچھ دیر کے لیے انہیں اور ان کے دیگر ساتھیوں کو حراست میں لے لیا۔بعدازاں گاندھی نے اپنی گرفتاری کی کچھ تصاویر پوسٹ کرتے ہوئے لکھا کہ بھارت میں جمہوریت اب ماضی کی بات ہوگئی ہے، سیاسی ماہرین کے مطابق ان کی یہ ٹویٹ دراصل موجودہ سیاسی حالات میں ان کی بے بسی اور کچھ کر گزرنے کی خواہش کو بیان کرتی ہے۔ناقدین کے مطابق بھارتی جمہوریت میں ایک نئی تبدیلی دیکھی جا رہی ہے، جس کے آثار کچھ اچھے نہیں ہیں، حکومت مخالف مظاہرین کے خلاف کریک ڈاؤن بڑھا ہے، جس کی وجہ سے راہل گاندھی عوامی ہمدردی حاصل کرنے کی کوشش میں ہیں۔

سیاسی تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ حالات میں ایسی تبدیلی آئی ہے کہ اگر راہل درست طریقے سے اس موقع کا فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں تو لوگ ان کے ساتھ مل سکتے ہیں۔جہاں عوام حکومت کی سیاسی عدم برداشت سے نالاں ہیں، وہیں ان کا عدلیہ پر اعتماد بھی کچھ کم ہوا ہے۔وہ سمجھنے لگے ہیں کہ اب عدلیہ حکومتی مشنری پر قدغن لگانے میں ناکام ہوتی جا رہی ہے، پریس پر حملے اور آزادی رائے کے اظہار پر پابندیاں بھی بھارتی شہریوں کے لیے پریشانی کا باعث ہیں۔اس کے علاوہ مذہبی عدم برداشت اور اقلیتوں کی ابتر ہوتی صورتحال بھی بھارتی جمہوریت کے لیے ایک سوالیہ نشان بنتی جا رہی ہے، ناقدین کا کہنا ہے کہ بالخصوص ہندوتو کے حامی وزیر اعظم نریندر مودی کے اقتدار میں صورتحال بہت زیادہ خراب ہوئی ہے، متشدد اور انتہا پسند ہندو افراد اور اداروں کو کھل کر کھیلنے کا موقع مل گیا ہے۔

بُکر پرائز حاصل کرنے والی بھارتی ادیبہ اور دانشور ارون دھتی رائے کے بقول آزادی ملنے کے بعد بھارت نے دیگر سابق نوآبادتی ممالک کے مقابلے میں بہت اچھے طریقے سے ترقی کی۔تاہم انہوں نے کہا کہ آزادی کے پچھتر برس مکمل ہونے پر ان کا دل کچھ خوش نہیں۔انہوں نے مودی سرکار کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ بھارتی جمہوریت بیمار ہو چکی ہے۔کئی ملکی اور غیر ملکی ادارے بھی متعدد بار کہہ چکے ہیں مودی کے دور میں بنائی گئی پالسیوں کی وجہ سے جمہوریت کو نقصان ہی ہوا ہے۔صحافی اور مصنف کومی کپور نے میڈیا سے گفتگو میں کہا کہ مودی کی حکومت میں میڈیا کی آزادی سکڑ کر رہ گئی ہے۔

’’دی ایمرجنسی اے پرسنل ہسٹری‘‘ کی مصنفہ کومی نے مزید کہا کہ جمہوری حالات دن بدن بگڑتے جا رہے ہیں۔تاہم انہوں نے واضح کیا کہ وہ ناامید نہیں ہوئی ہیں، ابھی سب کچھ ہی ہاتھ سے نہیں نکلا۔کومی نے رجعت پسندی کا لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت جمہوری اداروں کو مضبوط بنانے کی ضرورت ہے، انہوں نے عدلیہ پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اب یہی ادارہ دنیا کی سب سے بڑی جمہوری طاقت کو بدنامی سے بچا سکتا ہے، ’’اگر عدلیہ کی آزادی ختم ہوئی تو مجھے ڈر ہے کہ پھر کچھ نہیں بچے گا۔‘‘ بھارتی خاتون صحافی رعنا ایوب نے بھی تشویش کا اظہار کیا ہے اور کہا کہ اب خاموش رہنے کا وقت نہیں ہے، اس صورت حال کے خلاف آواز اٹھانا ہم سب کے لیے لازم ہے۔

ہندوستان کی تحریک آزادی میں بہار کے علماء کا کردار

مولانا ڈاکٹر ابوالکلام قاسمی شمسی

بہار بڑا مردم خیر علاقہ رہا ہے اور آج بھی ہے، یہاں مختلف شعبہ ہائے زندگی کی نامور ہستیاں پیدا ہوئیں، ادب ہو یا ثقافت، مذہب ہو یا سیاست، ہر میدان میں اہل بہار نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ کئی سیاسی تحریکیں یہیں سے شروع ہوئیں یا پروان چڑھیں۔ تحریک آزادی میں بھی اہل بہار کا کردار نہایت ہی اہم ہے۔

تحریک آزادی میں بہار کے تمام طبقہ کے لوگوں نے حصہ لیا، اس تحریک میں بہار کے مسلمانوں کا خاص طور پر بہار کے علماء کا کردار نہایت ہی اہم رہا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر ملک کی آزادی میں حصہ لیا ہے، جس کے نتیجہ میں طرح طرح کی صعوبتوں سے دوچار ہوئے، جلاوطن کئے گئے، کالا پانی میں قید کئے گئے، اپنی جانیں قربان کیں اور ہر طرح ملک کی آزادی کے لئے قربانیاں دیں اور ملک کی آزادی میں حصہ لیا۔

ہندوستان پر انگریزوں کے تسلط سے پہلے سلطان اورنگ زیب عالمگیر تک مغلیہ سلطنت ہی مضبوط رہی، غزنی سے لے کر چاٹگام تک اور کشمیر سے کرناٹک تک پورا ملک ایک ہی بادشاہ کے زیر نگیں تھا۔ یہ تاریخ ہند کا نہایت ہی افسوسناک پہلو ہے کہ اتنی مضبوط سلطنت اورنگ زیب عالمگیر کے مرنے کے بعد پچاس برسوں کے اندر بکھر گئی اور ٹوٹ کر پارہ پارہ ہوگئی۔ تقی رحیم اپنی کتاب تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ میں تحریر کرتے ہیں: ”لیکن ان تمام خوبیوں اور کمالات کے باوجود تاریخ کا منشاء پورا ہو کر رہا اور بابر سے اورنگ زیب تک چھ نسلوں کی محنت اور قربانیوں سے بنائی ہوئی مغلیہ سلطنت کی عمارت اورنگ زیب کے مرنے کے پچاس برس کے اندر ہی ٹوٹ کر پارہ پارہ ہوگئی۔“

ایسٹ انڈیا کمپنی جو ہندوستان میں تجارت کے لئے آئی تھی، ملک میں انتشار اور طوائف الملوکی کو دیکھ کر ہندوستان پر تسلط شروع کر دیا، بالآخر 1764ء میں بکسر کی لڑائی کے بعد بہار، بنگال اور اڑیسہ میں اسے بہت حقوق حاصل ہوگئے۔ تقی رحیم اپنی مذکورہ کتاب میں تحریر کرتے ہیں:

”قومی آزادی کی جدوجہد کی تاریخ مرتب کرتے وقت اس حقیقت کو ذہن میں رکھنا انتہائی ضروری ہے کہ ہندوستان کے دوسرے علاقوں کے مقابلے میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کی نحوست کا سایہ بہار اور بنگال پر بہت پہلے پڑا اور کمپنی کے فرزندوں کی بے پناہ لوٹ اور ظلم کا شکار جس لمبی مدت تک اس خطے کے باشندوں کو ہونا پڑا ویسا اس ملک کے دوسرے حصے کے باشندوں کو نہیں ہونا پڑا۔ عملی طور پر تو پلاسی کی لڑائی میں سراج الدولہ کو ہرا کر کلائیو نے 1757ء ہی میں مشرقی ہندوستان کے ان تینوں صوبوں بنگال، بہار اور اڑیسہ کو کمپنی کے تسلط میں کر لیا تھا۔ اور اس طرح سے ہندوستان کے تقریباً ایک تہائی حصے پر کمپنی کی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ پھر بھی پورے ہندوستان پر قبضہ کرنے میں کمپنی کو تقریباً ایک سو سال لگ گیا۔“

یہی وجہ ہے کہ آزادی کی تحریک بہار سے شروع ہوئی اور انگریزوں کے خلاف نواب میر قاسم نے جنگ چھیڑ دی، مگر وہ جنگ عوامی تحریک کی شکل اختیار نہیں کرسکی، چونکہ انگریز ملک میں اس قدر مضبوط ہوچکے تھے کہ ان کے خلاف کسی میں تحریک چلانے کی کوئی ہمت نہیں تھی، ایسے وقت میں انگریزوں کے خلاف حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی نے آواز اٹھائی اور فتویٰ صادر کیا، پھر ان کی سرپرستی میں 1803ء سے ملک کی آزادی کے لئے عوامی تحریک شروع ہوئی، جس کی قیادت حضرت سید احمد شہیدؒ، مولانا شاہ عبدالحقؒ اور مولانا سید محمد اسمٰعیل شہید کر رہے تھے، جو تحریک مجاہدین کے نام سے مشہور رہے۔

بہار میں آزادی کی تحریک 1857ء سے بہت پہلے شروع ہوئی، تحریک مجاہدین کے سرگرم رکن حضرت سید احمد شہید بریلوی نے اپنا تحریکی دورہ شروع کیا، تو وہ بہار بھی تشریف لائے، اس تحریک کا آغاز سفر حج سے کیا اور کلکتہ سے روانگی کا پروگرام بنایا گیا، سفر حج کا نقشہ کھینچتے ہوئے تقی رحیم صاحب تحریر کرتے ہیں:

”حج کے سفر میں شرکت کے لئے انہوں نے اپنے دوسرے مخلصین کو بھی دعوت دی اور ان کے ساتھ حج کا سفر کرنے کو ان کے چار سو مرید بریلی میں جمع ہوگئے۔ حج کے لئے کلکتہ میں جہاز پکڑنے کا فیصلہ ہوا اور بریلی سے ان کا قافلہ کشتیوں کے ذریعہ گنگا کی راہ سے گیا۔ بنارس، زمانیہ اور غازی پور قیام کرتے ہوئے بہار کی سرحد میں داخل ہوا۔ بہار میں پہلا پڑاؤ بکسر میں ہوا۔ بکسر سے چھپرہ اور دانا پور میں قیام کرتے ہوئے سید صاحب اپنے قافلہ کے ساتھ پٹنہ پہنچے۔ دانا پور کے قیام کے دوران سید صاحب ایک دن خانقاہ مجیبیہ کے سجادہ نشیں حضرت شاہ نعمت اللہ سے ملنے بھی تشریف لائے تھے۔ اور اس خانقاہ کو اکثر مروجہ بدعات سے پاک کہا تھا۔ پٹنہ میں ان کا قیام دو ہفتہ ہوا۔ پہلے سے وہ پٹنہ کے دو آدمیوں کو جانتے تھے۔ ایک ولایت علی جو لکھنؤ ہی میں ان سے مرید ہوچکے تھے۔ اور دوسرے قیصر علی۔ لیکن پٹنہ کے دوران قیام میں بہت سے لوگ حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ جنہوں نے بعد میں ان کی تحریک میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ پٹنہ کے بعد باڑھ، سورج گڑھ، مونگیر اور بھاگلپور قیام کرتے ہوئے راج محل پہنچے۔ بہار کا آخری پڑاؤ یہی تھا۔ اس کے بعد بنگال کی سرحد میں داخل ہوگئے۔ راج محل سے چل کر مرشد آباد اور کٹوا (بردوان) میں قیام کرتے ستمبر 1821ء میں کلکتہ پہنچے۔ کلکتہ میں ان کا قیام تین مہینے رہا۔ جہاں اردگرد کے مضافاتی علاقوں کے سوا سلہٹ اور چٹگاؤں تک سے لوگوں نے آکر ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کے مرید ہوئے۔ راستے میں اور بھی لوگ حج کے لئے قافلے میں شریک ہوتے گئے۔ اس لئے کلکتہ سے روانگی کے وقت ان کے قافلے میں 570 افراد شریک تھے۔“ حج سے واپسی بھی اسی انداز پر ہوئی، مختلف مقامات پر قیام کرتے، بیعت کراتے، پھر آگے روانہ ہوتے، اسی حالت میں بریلی پہنچے، اس طرح ان کے مریدوں کی تعداد کافی ہوگئی۔ ڈاکٹر ڈبلیو ہنٹر نے اپنی کتاب 'ہمارے ہندوستانی مسلمان' میں لکھا ہے:

”ان کے مریدوں کی تعداد اس قدر بڑھ گئی تھی کہ ایک باقاعدہ نظام حکومت کی ضرورت پیش آئی۔ انہوں نے باقاعدہ اپنے ایجنٹ مقرر کئے تاکہ ہر اس شہر سے جو ان کے راستے پر پڑتا ہو، تجارت کے منافع پر ٹیکس وصول کریں۔ اس کے بعد انہوں نے چار خلیفے مقرر کئے۔ یعنی روحانی نائب اور ایک ”قاضی القضاۃ“ مقرر کیا۔ اور اس کے لئے ایک باقاعدہ فرمان جاری کیا جیسا کہ مسلمان بادشاہ صوبجات میں اپنے گورنر مقرر کرتے وقت کیا کرتے تھے۔ اس طرح پٹنہ میں ایک مستقل مرکز قائم کرنے کے بعد، انہوں نے دریائے گنگا کے ساتھ کلکتہ کی طرف کوچ کیا۔“ اس طرح حضرت سید احمد شہید بریلوی کی تحریک کا مرکز پٹنہ کے صادق پور میں قائم ہوا، جس کی قیادت مولانا ولایت علی صادقپوری کر رہے تھے، یہ مرکز نہایت ہی سرگرم تھا، اس کے بارے میں ڈاکٹر ڈبلیو ہنٹر نے اپنی کتاب ”ہمارے ہندوستان مسلمان“ میں تحریر کیا ہے:

”پٹنہ کے خلفاء جوانتھک واعظ، خود اپنے آپ سے بے پروا، بے داغ زندگی بسر کرنے والے، انگریز کافروں کی حکومت تباہ کرنے میں ہمہ تن مصروف، روپیہ اور رنگروٹ جمع کرنے کے لئے ایک مستقل نظام قائم کرنے میں نہایت چالاک تھے۔ وہ اپنی جماعت کے اراکین کا نمونہ اور ان کے لئے ایک مثال تھے۔ ان کی بہت سی تعلیم بے عیب تھی۔ اور یہ انہی کا کام تھا کہ انہوں نے اپنے ہزاروں ہم وطنوں کو بہترین زندگی بسر کرنے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق بہترین تصور پیدا کرنے کی ترغیب دی۔“

مذکورہ بالا تحریر سے واضح ہے کہ 1857ء سے پہلے علمائے کرام نے انگریزوں کے خلاف باضابطہ تحریک چلائی اور انگریزوں کے خلاف پورے ملک میں دورے کئے، جس کی وجہ سے عوامی بیداری پیدا ہوئی، اس میں بہار کے علماء نے بھی اہم رول ادا کیا۔ مولانا ولایت علی صادق پوری، ان کے بھائی مولانا عنایت علی صادق پوری نے بہار، بنگال اور دیگر صوبوں کا دورہ کر کے عوامی بیداری پیدا کی اور جذبہ آزادی کو شعلہ بنانے میں سرگرم حصہ لیا۔ اس طرح 1857ء کی تحریک آزادی جس کو غدر کے نام سے موسوم کیا گیا، چند دنوں کی کوششوں کا نتیجہ نہیں تھا، بلکہ یہ برسوں کی محنت کا نتیجہ تھا، جس کو عوامی تحریک بنا کر علمائے کرام نے آگے بڑھایا، عوام خواص اور ہندوستانی فوجوں کو بغاوت پر اکسانے میں علمائے کرام کی خفیہ سازشیں ہمیشہ جاری رہیں، اس میں بہار کے علماء اور عوام نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، بہار میں علماء کی تحریک آزادی کے سلسلہ میں تقی رحیم تحریر کرتے ہیں:

”اس تحریک کا مثبت پہلو یہ ہے کہ بہار کے مسلمانوں کو آج بھی اس کا احساس اور فخر ہے کہ اس وقت جب کمپنی کی حکومت کے ڈر اور ہیبت سے سارے ملک میں سناٹا چھایا ہوا تھا تو اس وقت ہمارے بہار ہی کے بزرگوں نے اس کے اقتدار کو اس عروج واقبال کے دور میں چیلنج کرنے کی ہمت کی تھی بلکہ یہ فخر واحساس بہار کے مسلمانوں کے مزاج کا خمیر بن چکا ہے۔ جس کا اظہار ہماری اجتماعی زندگی کے ہر گام پر نامحسوس طریقے سے ہوتا رہتا ہے۔ اس طرح سے بہار کے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں ان پاک مجاہدوں کی قربانی کی روح کسی نہ کسی صورت میں ابھی تک جلوہ گر ہے۔“

بہار میں تحریک مجاہدین کے چند اہم علمائے کرام کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) مولانا ولایت علی صادق پوری، (۲) مولانا عنایت علی صادق پوری (۳) مولانا فرحت حسین صادق پوری (۴) مولانا احمد اللہ صادق پوری (۵) مولانا عبداللہ صادق پوری (۶) مولانا فیاض علی صادق پوری (۷) مولانا عبدالرحیم صادق پوری۔ اس خانوادہ کے آخری بزرگ مولانا عبدالرحیم صادق پوری تھے، انہوں نے بھی تحریک آزادی میں جم کر حصہ لیا، بالآخر 1863ء میں گرفتار ہوئے اور کالا پانی بھیجے گئے۔ تقریباً بیس سال کے بعد 1883ء میں رہائی کے بعد پٹنہ واپس آئے تو ان کے گھر اور مکان کا کیا حال تھا، ان کے الفاظ میں پڑھئے، وہ تحریر کرتے ہیں: ”صادق پور گیا تو وہاں دیکھا کہ ہم لوگوں کے مکانات منہدم کر کے کف دست میدان بنا دیا گیا ہے۔ اور اس پر بازار میونسپلٹی کے مکانات بنا دیئے گئے ہیں۔ میں نے چاہا کہ اپنے خاندانی مقبرہ کو جہاں چودہ پشت سے ہمارے آباء واجداد دفن ہوتے چلے آئے تھے، جا کر دیکھوں اور خصوصاً اپنے والدین ماجدین غفرلہما کے مزار کی زیارت کروں اور اس پر دعائے مغفرت اور فاتحہ پڑھوں، مگر ہر چند کوشش کے باوجود نہ ملا۔ بعد تجسس وتفحص بسیار غور وفکر کر کے قرینہ سے معلوم ہوا کہ حضرت والدین ماجدین کی قبریں کھود کر اس پر بنائے عمارت میونسپلٹی بنا دی گئی ہے۔“ تحریک مجاہدین کے بعد بہار میں امارت شرعیہ اور جمعیۃ علمائے ہند نے تحریک آزادی کو آگے بڑھایا اور پورے بہار میں اس تحریک کو سرگرم کیا۔ اس میدان میں اکابر علماء کرام کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

ہندوستان کی تحریک آزادی میں علماء کی اکثریت نے شرکت کی۔ وہ اس تحریک میں دوسروں سے زیادہ نمایاں رہے۔ تحریک آزادی میں شرکت اور قربانی کے بعد جب ملک آزاد ہوا تو انہوں نے کسی صلہ کو بھی قبول نہیں کیا۔ کبھی حکومت کی طرف سے اعزازات کی پیش کش ہوئی، تو انہوں نے اسے قبول کرنے سے یہ کہہ کر معذرت کر دی کہ یہ ہمارے اسلاف کے شیوہ کے خلاف ہے۔ اس طرح انہوں نے اپنے عمل سے حضرت سید احمد شہیدؒ کی اس تحریر کو سچ ثابت کیا کہ یہ اللہ کے بندے ہرگز دنیادار اور جاہ طلب نہیں ہیں، مال و دولت کی ان کو ذرہ برابر طمع نہیں۔ جس وقت ہندوستان ان غیر ملکی دشمنوں سے خالی ہوجائے گا۔ اور ہماری کوششوں کا تیر مراد کے نشانوں تک پہنچ جائے گا، حکومت کے عہدے اور منصب ان کو ملیں گے جن کو ان کی طلب ہوگی۔

ملک کی آزادی کے بعد علمائے کرام سیاست سے الگ ہوگئے، مگر ان کے کارنامے آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ ملک کو آزادی بڑی مشکل سے حاصل ہوئی ہے، یہ مجاہدین آزادی کے قربانیوں کا فیض ہے، ہمارے ملک میں آزادی کا 75 واں سالگرہ منانے کی تیاری کی جارہی ہے، ایسے موقع پر اس کی ضرورت ہے کہ ہم ملک کی آزادی کی حفاظت کا عہد کریں اور مجاہدین آزادی کو خراج تحسین پیش کریں، جنہوں نے قربانیاں پیش کر کے ملک کو آزاد کرایا اور آج ہم آزاد ملک میں زندگی بسر کر رہے ہیں، یہی مجاہدین آزادی کو بہترین خراج عقیدت ہے۔ (نامکمل)

ستارے جس کی گرد راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

مولانا شمس الحق ندوی

انسانی زندگی کے دو پہلو ہیں: ایک پہلو تو پیدائشی اور فطری ہے جو ہر انسان میں یکساں پایا جاتا ہے اور از خود اس پہلو کو اپنانے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے، کسی تحریک وترغیب اور دعوت وتشویق کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں پیش آتی، انسان اس کو از خود اپناتا اور اس کے تقاضے کو پورا کرتا ہے، بالکل اسی طرح جس طرح پانی ڈھال کی طرف بہتا ہے یا پودا اوپر کی طرف بڑھتا ہے، یہ پہلو ہے انسان کی طبعی ضروریات وبشری تقاضوں کا جیسے کھانے پینے اور زندگی گزارنے کے دوسرے اسباب ووسائل کے حصول کا فکر مند ہونا اور اس کے لیے بلا کسی دعوت وترغیب کے کوشش کرنا، زندگی کا یہ پہلو مومن وکافر سب کے لیے یکساں ہے، اس میں کفر وایمان کا کوئی فرق وامتیاز نہیں، سارے طبعی تقاضے مومن وکافر سب میں یکساں پائے جاتے ہیں، یہ وہ پہلو ہے کہ اس کے لیے کوئی ادارہ قائم کرنے، لوگوں کو کمانے اور حصول رزق کے لیے دیگر اسباب معاش کو اپنانے کے لیے کوئی تحریک چلانے کی ضرورت نہیں، اس کا احساس وجذبہ انسان میں پیدائشی پایا جاتا ہے، ہر انسان از خود اس پر عمل کرتا ہے۔

دوسرا پہلو ایمان کا پہلو ہے، یہ خاص ہے مومن بندوں کے ساتھ، اس پہلو کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ اپنے خالق سے احکام لے اور اس پر عمل کرے، انسان حلال وحرام میں تمیز کرے، معاش کے لیے حصول کا طریقہ کیا ہو؟ کن طریقوں سے جائز ودرست ہے؟ اور کن طریقوں کو اپنانے سے اسلامی غیرت وحمیت کو ٹھیس پہنچتی ہے؟ انسان کی زندگی کا مقصد اصلی کیا ہے؟ ایک انسان کا دوسرے انسان پر کیا حق ہے؟ وہ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرے، لین دین، کاروبار، گھر اور بازار میں کس طرح رہے، باپ ہے تو اولاد کی تعلیم وتربیت کی اس پر کیا ذمہ داریاں ہیں؟ اولاد ہے تو ماں باپ کے اس پر کیا حقوق ہیں؟ شوہر ہے تو بیوی کے ساتھ کیا سلوک کرے، بیوی ہے تو شوہر کے حقوق کا کس طرح پاس ولحاظ کرے، حاکم ہے تو محکوم پر کیسی شفقت وعنایت کا معاملہ کرے، محکوم ہے تو آقا کے حکموں کی بجاآوری میں کیسا مستعد رہے؟ غرض یہ کہ پورے نظام معاشرت میں اس کا کیا کردار ہو، زندگی کے ہر ہر عمل میں اپنے خالق ومالک کی رضاجوئی وخوشنودی کا کیسا خیال رکھے، انسانی حقوق کا معاملہ ہو تو جو اپنے لیے پسند کرے وہی دوسروں کے لیے بھی،

''لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ'' دوسروں کے دکھ درد میں کام آئے محتاجوں اور ضرورت مندوں کی خبرگیری کرے، یہ وہ انسانی قدریں ہیں جن کی دعوت وتبلیغ کی ضرورت ہوتی ہے، اور اسی میں انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کا راز پنہاں ہے، اس کی ذات سے اور قول وعمل سے کسی کو تکلیف نہ پہونچے، ''المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ'' انبیاء کرام اس دوسرے ہی پہلو کا شعور بیدار کرنے اور جگ ریت میں بدمست وکھوئے ہوئے انسانوں کو ہوشیار کرنے کے لیے آتے ہیں، کہ جب جب انسان زندگی کے پہلے رخ پر لگ کر ایمان کے پہلو سے غافل ہوا ہے، دنیا میں بڑا فساد وبگاڑ پیدا ہوا ہے، اور اس کی پاداش میں بڑی بڑی قومیں اور صاحب سطوت وجبروت بادشاہتیں حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹادی گئیں، قرآن کریم نے ایسے بہت سے واقعات بیان کیے ہیں کہ سجا سجایا ملک چھوڑ کر وہ آن کی آن میں غائب ہو گئے، کسی وصیت وہدایت کا بھی موقع نہ ملا، فرعون ونمرود کا واقعہ سب جانتے ہیں، قوم عاد وثمود جیسی زبردست قوموں کی بربادی کا حال کسے نہیں معلوم کہ منٹوں میں کھجور کے تنوں کی طرح ڈھیر تھے، ''كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ'' دوسرے پہلو کی طرف توجہ دینا اور انسانوں میں اس کا شعور پیدا کرنا اب یہ امت مسلمہ کے ذمہ ہے کہ سلسلہ نبوت ختم ہونے کے بعد یہی امت دعوت ہے، اگر یہ امت اپنے دعوتی کام کو چھوڑ کر دوسری قوموں کے ساتھ مادیت کی ریس میں شامل ہو جاتی ہے تو نہ صرف اس کا اپنا وجود وتشخص ختم ہو جائے گا بلکہ دنیا نہایت ہیبت ناک حالات سے دوچار ہوگی، فکر وتشویش کی بات نہیں کہ دنیا میں مادیت کا غلبہ بڑھ گیا ہے اور اس کے نتیجہ میں اخلاقی انارکی اور افراتفری کا عالم بپا ہے۔ بلکہ فکر وتشویش کی بات یہ ہے کہ جو امت اس عالم کی محاسب ونگراں تھی وہ بھی اپنا کام چھوڑ کر مادیت کے سیلاب میں بہتی چلی جارہی ہے، غزوہ بدر کے موقع پر انتہائی اضطرار واضطراب کے عالم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ ''اللّٰھم ان تھلک ھذہ العصابۃ لن تعبد'' (اے خدا! گر تو نے اس چھوٹی سی جماعت کو ہلاک کر دیا تو کبھی تیری عبادت نہ ہوگی)، اس بات کا صاف اعلان ہے کہ اس امت کا وجود قافلہ انسانیت کی رہبری ورہنمائی کے لیے ہوا ہے۔ امت مسلمہ بہت زخم کھا چکی ہے، اب اس کو بیدار ہونا چاہیے اور اپنی صلاحیتوں کو مقصد اصلی میں استعمال کرنا چاہیے، یہ قوم دشمنوں کے مارنے سے نہ مرے گی بلکہ اپنی ایمانی اور اخلاقی موت سے مرے گی، ہم کو اس کی فکر کرنا چاہیے کہ مسلمانوں کو اخلاقی اور ایمانی موت سے بچائیں اور ان کے اخلاق وکردار کا معیار اتنا اونچا کر دیں کہ نظر پڑتے ہی معلوم ہو جائے کہ یہ ٹکسال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈھلے ہوئے سکے ہیں، جن کا کوئی ثانی نہیں، وہی معراج انسانیت ہیں، وہی فلاح دارین کی ضمانت ہیں، کاش مسلمان اپنے اس مقام بلند کو سمجھتے، اور اقبال نے اپنے چند اشعار میں ان کی جس حقیقت کو بیان کر دیا ہے اس کو اپنی نگاہوں کے سامنے رکھتے اور اپنے معمار جہاں ہونے کا ثبوت دیتے، علامہ محمد اقبالؒ کے ان اشعار کو پڑھئے اور اپنی قسمت پر ناز کرتے ہوئے میدان عمل میں اتریئے اور اس رزق کو لات ماریئے جس سے پرواز میں کوتاہی آتی ہے:

پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گرد راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

حنا بند عروس لالہ ہے خون جگر تیرا
تری نسبت براہیمی ہے معمار جہاں تو ہے

جہانِ آب وگل سے عالم جاوید کی خاطر
نبوت ساتھ جس کو لے گئی وہ ارمغاں تو ہے

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

مادری زبان اردو اور اسلامی تشخص کی حفاظت

پروفیسر ڈاکٹر عبدالمعز منظر

ہندوستانی مسلمانوں کی سب سے بڑی زبان اردو ہے، جو اسی ملک میں حملہ آور افواج اور ملکی آبادی کے میل جول سے پیدا ہوئی۔ سب معترف ہیں کہ اردو ایک نہایت فصیح، میٹھی اور زوردار زبان ہے۔ یہ ہندوستان کی مشترکہ گنگا جمنی تہذیب کی حسین پیداوار ہے جس کے زور اور اثر کا کوئی جواب نہیں۔ اردو غزلیں اور گانے آج بھی ہر جگہ دلوں کی آواز بنے ہوئے ہیں، ہونٹوں پر جاری ہیں اور جب کلام میں زور پیدا کرنا ہوتا ہے تو سب اردو کے اشعار پڑھتے ہیں۔ شعرو شاعری کی محفلوں میں اردو شعراء کے کلام سے ہی رونق بڑھائی جاتی ہے۔ پُرتاثیر نغمے اور ترانے اردو ہی کے ملک کی فضا پر اب بھی چھائے ہوئے ہیں۔ اقبال اور غالب کے کلام کو کسی ملکی زبان میں کوئی جواب نہیں اور ان کو پڑھ پڑھ کر کتنے ہی ہندی شاعروں نے اپنی دکان چمکائی۔ ملک کے بارہ کروڑ یا بعض کے مطابق بیس کروڑ مسلمانوں میں سے کم از کم نصف تعداد اردو بولتی ہے۔ مسلمانوں کے لاکھوں مکاتب، مدارس اور دار العلوم اب بھی اردو کے ذریعہ مولوی، عالم، فاضل، حفاظ اور علمائے دین پیدا کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کی بڑی تعداد خط غربت کے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور کر دی گئی ہے۔ اور اس میں خواندگی پیدا کرنے کا بڑا ذریعہ یہی مکاتب و مدارس ہیں آزادی کے بعد اس ملک میں اردو ان ہی مکاتب و مدارس کے بدولت زندہ ہے، ورنہ گذشتہ ستر پچھتر سالوں میں تمام ریاستی حکومت اور مرکزی حکومت نے سرکاری اور دفتری زبان اور ذریعہ تعلیم کے متعلق جو پالیسی اپنائی ہے اس کی وجہ سے اردو کا تو خاتمہ ہی ہو گیا۔ کشمیر میں، یوپی میں مسلمانوں کی کثیر آبادی والے دیگر علاقوں میں ہزاروں اردو مکاتب و مدارس کو جبرا بند کر دیا گیا۔ اب کوشش کی جارہی ہے کہ انھیں دہشت گردی کے اڈے قرار دے کر ان کو بند ہی کر دیا جائے یا کم از کم ان کا نصاب تعلیم اس طرح تبدیل کر دیا جائے نیز ان کی مالیات پر کنٹرول کر کے اس طرح چلایا جائے کہ ان سے اچھے مسلمان طلباء اور علمائے دین کے بجائے کردار باختہ، دنیا پرست فارغین پیدا ہوں جن کو زندگی میں قدم رکھنے سے پہلے ہی ''برین واش'' کر دیا جائے کہ وہ مومن ومسلم کی بجائے مادہ پرست اور دنیا پرست نوجوان ہو کر نکلیں۔

غور کیجیے کہ اردو کا تعلق حکومت کے کام کاج تعلیم اور معاش سے کاٹ کر اسے کہاں پہنچا دیا گیا ہے۔ آج اکثر سرکاری اور دیگر اسکولوں میں نہ اردو تعلیم کا کوئی انتظام ہے، نہ اردو ٹیچر موجود ہیں نہ اردو کی نصاب کتابیں بالخصوص علوم وفنون کی کتابیں ہی دستیاب ہوتی ہیں۔ اردو اساتذہ اور درسی کتابوں کے نہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً اردو بولنے والے طلبا شروع ہی سے ہندی پڑھتے آ رہے ہیں اور اب ان کی اکثریت اردو سے نابلد ہو چکی ہے۔ راشٹر بھاشا ہندی بولتی اور لکھتی ہے، اپنے والدین کا خط نہیں پڑھ سکتی۔ اپنی روایات اور تاریخ اور قومی وملی تشخص سے بیگانہ ہو چکی ہے سیکڑوں سال کی انتھک کوشش سے مسلمانوں، ان کے علماء اور شیوخ نے عربی اور فارسی زبان سے منتقل کر کے اسلام اور اسلامی علوم وفنون سے متعلق جو بیش بہا لٹریچر اردو میں پیدا اور منتقل کیا تھا جس میں سے بڑا حصہ خود عربی اور فارسی کی امہات کتب سے زیادہ بیش قیمت ہے، ان سب سے نئی نسل کا تعلق بالکل کٹتا جا رہا ہے، اور ان کتابوں میں موجود اسلامی علوم وفنون اور اسلامی روح سے غذا پانے کی بجائے اب بچپن ہی سے یہ ہندوستان کی قدیم قبل تاریخ دیومالائی تصورات وعقائد، رسوم ورواج اور تاریخ کے زیر اثر پروان چڑھ رہے ہیں، اقبال کے قومی ترانہ کی بجائے اب انھیں راشٹریہ گان اور اس سے بھی بڑھ کر اب زبردستی وندے ماترم کا مشرکانہ ترانہ کھڑے ہو کر گانا پڑتا ہے اور اس کے سامنے ادب سے سر جھکا کر وندنا کرنی پڑتی ہے۔

ہر ماہر تعلیم جانتا ہے کہ بچوں کی تعلیم کا بہترین ذریعہ مادری زبان ہی ہوا کرتی ہے، اس جانے مانے بنیادی اصول کے خلاف اب پہلے قدم ہی سے ہندی پڑھائی جاتی ہے، اساتذہ اسی زبان میں تعلیم دیتے ہیں اور نصابی کتابیں بھی سب اسی زبان میں لکھی ہوئی پڑھنی پڑتی ہیں، کہا تو یہ جاتا ہے کہ ملک کی چودہ زبان بلکہ اٹھارہ زبانیں سب قومی زبانوں کا درجہ رکھتی ہیں مگر اردو جو ان میں سب سے زیادہ بڑی زبان ہے اس کے ساتھ سوتیلی ماں کا سلوک مسلسل برتا جارہا ہے، دعویٰ تو یہ کیا جاتا ہے کہ اردو زبان وادب کے فروغ کے لیے حکومت بہت کوشاں ہے اور اس غرض کے لیے بہت سی ریاستوں میں اردو اکادمیاں بھی قائم کر دی گئی ہیں اور خود دلی میں ترقی اردو بورڈ قائم ہے مگر یہ سب نمائشی ادارے اردو کا گلا گھونٹنے کی سوچی سمجھی سازش کے تحت قائم کیے گئے ہیں۔ برسہا برس سے قائم شدہ مشہور اردو یونیورسٹی عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد اور اس کے دار الترجمہ کا تو گلا گھونٹ دیا گیا اور اردو کے فروغ کا جو کام وہاں ہو رہا تھا سب کو یکسر ختم کر دیا گیا، دار الترجمہ جس سے ہزاروں کتابیں دوسری زبانوں کے اردو میں منتقل کی جارہی تھیں، اسے بند کر دیا گیا۔ اس کی شائع شدہ کتابوں کے ذخائر میں آگ لگا دی گئی، اس کے کاموں سے آج دنیا کے دوسرے ممالک فائدہ اٹھا رہے ہیں مگر ہندوستانیوں کے لیے یہ سب بیش بہا کام ایک شجر ممنوعہ بن کر رہ گیا ہے۔ یہاں قومی زبان کے نام پر ایک ایسی زبان رائج کی جارہی ہے جو سنسکرت آمیز مصنوعی اور بوجھل نامعقول اور ناقابل فہم زبان۔

ہندی کتابوں اور ادبی علمی اور فنی کتابوں کی تیاری اور اشاعت پر آج کروڑوں اربوں روپے صرف ہو رہے ہیں۔ دفتروں اور سرکاری کام کاج میں اس کی ترویج کے لیے ہر سطح پر مہم جاری ہے اور مستقل کمیٹیاں کام کر رہی ہیں جو یہ دیکھتی ہیں کہ دفتروں میں کتنا کام کاج ہندی میں ہو رہا ہے اور انگریزی اور دیگر زبانوں کی بجائے ہندی زبان اور دیوناگری رسم الخط اپنانے پر طرح طرح کے تحریص وہمت افزائی کے پروگرام عمل میں لائے جا رہے ہیں مگر ابتدا ہی سے اردو پڑھنے پڑھانے کا کوئی قابل ذکر انتظام نہیں ہے۔ جہاں تھا بھی وہاں بتدریج اسے ختم کیا جارہا ہے اور پورے ملک میں ہزاروں بلکہ لاکھوں اردو اساتذہ کی جگہیں خالی پڑی ہیں اور بار بار کی یقین دہانی اور طفل تسلیوں کے علی الرغم ان کو پر نہیں کیا جاتا اور رفتہ رفتہ اردو کا رواج بنتا جارہا ہے۔ سہ لسانی فارمولے میں ایک قدیم اور مصنوعی زبان کو اردو کی جگہ ٹھونس کر اس کی ترویج واشاعت کی جارہی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فوجی حکمت عملی

محمد یٰسین سروہی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی حکمت عملی ہر طرح سے اعلیٰ اور بے نظیر ہوا کرتی تھی جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی خصوصیات فوج کو تربیت دینے میں بے مثل ہوا کرتیں تھیں اسی طرح میدان جنگ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی حکمت عملی بھی بے نظیر رہی۔

عہد جدید کی جنگی حکمت عملیوں کا اگر جائزہ لیا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق کار مکمل اور کامیاب ترین تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی حکمت عملی مندرجہ ذیل امور کے تحت متعین ہوتی تھی۔ؤ

مقصد کا تعین اور اس پر عمل: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقصد کو متعین فرماتے اور پھر اس جنگی حکمت عملی پر عمل درآمد کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد سب سے پہلا جو معاہدہ کیا تھا وہ اس بات کا بین ثبوت تھا کہ کفار کے خلاف ہر ممکن حد تک محاذ مضبوط کیا جائے، غزوہ حدیبیہ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جنگی حکمت عملی کو اور مضبوط کر ڈالا اس سے مسلمانوں کی نقل وحرکت پر موجود پابندی ختم ہوگئی اور اسلام کی شمع اور موثر انداز سے جگمگا اٹھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر غزوات کا معاملہ بھی اسی طرح ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو جنگی حکمت عملی متعین فرماتے اللہ کے کرم سے وہ مکمل ہو جاتی تھی۔ (طبری: ۶۲۳/۲)

دشمن پر حملہ کرنا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے غزوۂ بدر، احد اور خندق کے دشمن پر خود حملہ کیا، ان تینوں جنگوں میں کفار نے مسلمانوں پر حملہ کرکے اپنی موت کو دعوت دی تھی، مسلمانوں کے ہراول دستے (Mobile Intelligence Unit) باہوش تھے اور انہوں نے دشمن کی ہر حرکت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کے خلاف ان کے ارادوں سے پہلے ہی کارروائی کرکے ان کے ارادوں کو خاک میں ملا دیتے تھے، دشمن پر حملہ کرنے کا مقصد یہ نہیں کہ خود چھیڑ خانی کی جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حملہ آوری سے جو فتح ونصرت حاصل کی جاسکتی ہے وہ دفاع سے ممکن نہیں۔

دشمن پر حملہ کرنا: جنگ کی صورت میں ہمیشہ وہ سالار کامران ہوتا ہے جو بروقت اور غیر متوقع کارروائی کرتا ہے، غیر متوقع حملہ کرنا میدان حرب میں سب سے موثر حربہ ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی حکمت عملی ہمیشہ اس حربہ پر منحصر رہی، کامیاب غیر متوقع حملہ کے لئے مندرجہ ذیل امور لازمی ہیں۔

(۱) جنگی ضرورت کے پیش نظر اپنی طاقت اور ارادوں کو مخفی رکھنا۔ (۲) ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف تیزی سے حرکت کرنا۔ (۳) غیر متوقع راستوں کو اپنانا۔ (۴) غیر متوقع ہتھیاروں کو استعمال کرنا۔ (۵) غیر متوقع وقت کا انتخاب کرنا۔ (۶) نیا اسلوب حرب متعارف کرانا۔

اگر ہم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی حکمت عملی کا مطالعہ کریں تو مندرجہ بالا تمام امور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی حکمت عملی کا جزو لاینفک رہے ہیں، مدینہ میں کفار کے جاسوسوں سے بھرا ہوا تھا، وہ ہر لمحہ مسلمانوں کو ختم کرنے کے درپے تھے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی حکمت عملی کے آگے وہ تمام بے بس ہوگئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حملہ تو بنی لحیان پر کرنا ہے، مگر فوجیں شمال کی طرف بڑھ رہی ہیں اور اچانک پن حاصل کرکے دشمن پر حملہ کیا گیا تو وہ بوکھلا گیا اور میدان سے فرار ہوا، سیف البحر کی کارروائی سے سریہ امایہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک ان ہی جنگی حکمت عملیوں پر انحصار کرتی ہیں۔ (طبقات ابن سعد: ۷۹/۲)

مناسب طاقت کا حصول: سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آغاز وحی سے ہی اپنے الہامی مشن پر کام شروع کردیا اور اللہ کے فضل سے اسلام کو وہ قوت حاصل ہوگئی جس نے عرب وعجم کی منظّم فرعونیت کو ختم کردیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائل سے معاہدے کرکے ان کو اپنا حلیف بنایا اور پھر وہ آہستہ آہستہ اسلام لے آئے اور اسلامی لشکر کے جزو لازم بن گئے۔ (حدیث دفاع: ۱۸۰)

مناسب وسائل کا استعمال: اس کا مقصد یہ ہے کہ بڑے دشمن کو روکنے کے لئے موجودہ وسائل کو مناسب طریقے سے استعمال کیا جائے، تاکہ ایسے اسباب مہیا ہو جائیں جو زمان ومکان دونوں لحاظ سے مسلمانوں کے لئے مفید ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی حکمت عملی اس امر کا ثبوت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ طاقت کو استعمال کرنے میں بڑی احتیاط برتی۔

امن پسندی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی حکمت عملی کا سب سے اہم مقصد صرف امن کا قیام ہی تھا، امن اسی صورت میں ممکن ہوسکتا ہے جب اپنی فوج کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہے اور دشمن کی اپنی فوج سے متعلق معلومات حاصل نہ کرنے دی جائیں، صرف اسی طرح ہی امن کا قیام ممکن ہوسکتا ہے، اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رازوں کی حفاظت کی خاطر مربوط نظام مرتب کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح یہودیوں کی سازشوں کو پہچان لیا، کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رقعے کا علم حاصل کیا اور آپ نے کس طرح ابوسفیان کی آمد کا راز حاصل کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رازوں کی حفاظت اور دشمن کے رازوں سے آگاہی کے خواہش مند تھے، تاکہ امن برقرار رہے۔ (کتاب الخراج: ۱۲۱)

لشکر کشی کا طریقہ کار: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز لشکر کشی سب سے جدا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ بڑے تحمل سے لشکر کشی کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے اپنے لشکریوں کو ایک ضابطہ جنگ دیتے کہ فلاں کام کرنا اور فلاں کام سے باز رہنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہ ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر عمل کرتے تھے اور کامیابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمدموں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدم چومتی تھی۔

باھمی تعاون: اگر فوج آپس میں باہمی تعاون کرنے کا جذبہ رکھتی ہے تو کامیابی اس کا ساتھ دیتی ہے، دولت مند صحابہ ہر ممکن حد تک اپنے غریب بھائیوں کی مدد کرتے تھے تاکہ وہ بھی برابر کا سامان حرب حاصل کرلیں، اس کے علاوہ اگر میدان جنگ میں لشکر اپنے کمانڈر سے تعاون نہ کریں تو کامیابی دھری کی دھری رہ جاتی ہے، جس طرح میدان اُحد میں ہوا تھا، تیر اندازوں نے اپنے کمانڈر کی بات سے تعاون نہ کیا تو پوری امت مسلمہ فوراً تباہی کے دہانے پر آگئی، مگر جونہی آپس میں تعاون کا سلسلہ جڑا کفار فوراً میدان سے بھاگ گئے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی مجاہدوں کے درمیان تعاون کو خصوصی مقام دیا۔

ضروریات زندگی کا بندوبست: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جنگی حکمت عملی میں ہر مجاہد کی ضروریات زندگی کا احترام کیا کہ کس مجاہد کو کس چیز کی کس وقت ضرورت ہے اور اس کی ضرورت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عطا فرمایا اور اس کی اہلیت کے مطابق اس مجاہد کو ٹاسک دیا اس طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی حکمت عملی سدا کامران رہی۔

دوران جنگ قوت فیصلہ: کسی بھی جنگی حکمت عملی کا سب سے اہم پہلو دوران لڑائی کمانڈر کی قوت فیصلہ پر منحصر ہے، اگر کمانڈر کا فیصلہ مبنی برحق ہوگا تو کامیابی ممکن ہوگی، میدان بدر میں انفرادی لڑائی میں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کوئی اور ہوتا تو مطلوبہ نتائج نہ ملتے، کیونکہ مدمقابل بڑے بہادر اور جری تھے، خندق میں معاملہ کچھ اور ہوتا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے بروقت معیاری نہ ہوتے، حدیبیہ کا بروقت فیصلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی حکمت عملی کا سب سے بڑا سنگ میل تھا، اس کے علاوہ جس طرح خیبر کی لڑائی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علم عطا فرمایا اور کہا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر اللہ فتح دے گا، اسی طرح اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم دے کر کہا کہ یہ مجاہد بھی کامیاب ہوگا اور اللہ کے کرم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مکمل ہوا۔

اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قابل تقلید ہونے کی ایک دو وجوہات درج ذیل ہیں۔ تمام انسانوں کے لئے وہی شخص نمونہ قرار دیا جاسکتا ہے جس میں یہ کمالات پائے جائیں۔

اوّل: اسے زندگی کی ساری ضرورتیں اور مسائل درپیش ہوں اور وہ انہیں بحسن وخوبی حل کرسکے۔

دوم: ۔اس کے بنائے ہوئے اصول وضوابط ہر لحاظ سے کامیاب رہے ہوں تاکہ کوئی انسان اگر اس کے بنائے ہوئے اصولوں پر چلے تو منزل مقصود تک پہنچ جائے، مثلاً ایک شخص ایک ہی وقت میں باپ وخاوند، مدبر حربیات وسپہ سالار ہو، یہ واقعی ایک کمال ہے، لیکن ان سے زیادہ کمال یہ ہے کہ اس کی زندگی کے ان تمام پہلوؤں میں سے ہر ایک پہلو اپنی جگہ کامل ہو، ناقص نہ ہو، اب ہم انہی پہلوؤں میں سے ایک پہلو یعنی بحیثیت سپہ سالار کو زیر بحث لاتے ہیں۔

سپہ سالار کی خصوصیات: کسی بھی جرنیل کو ایک عظیم سپہ سالار ثابت کرنے کے لئے جو معیار دنیا والوں نے مقرر کر رکھے ہیں پہلے ان سے واقفیت حاصل کرنا ضروری ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ تمام اوصاف بدرجہ اتم موجود تھے۔

(۱) برتر وکم تر فوجوں کو لڑانے کے ہنر سے واقفیت۔ (۲) دشمن کی طاقت کا صحیح اندازہ لگانے کی صلاحیت۔ (۳) مشکلات وخطرات وفاصلوں کا صحیح اندازہ کرنے کی صلاحیت۔ (۴) شہرت اور ریاکاری سے اجتناب۔ (۵) سپاہ سے اپنی اولاد کی طرح محبت۔ (۶) نازک موقع پر اعلیٰ ترین معیار کے مظاہرے کی صلاحیت۔ (۷) جوانوں کو جنگی سامان کی فراہمی۔

مستقل مزاجی اور کفایت شعاری: دور جدید کے ماہرین نے جنگ میں ایک سپہ سالار کے لئے جن اوصاف کا تذکرہ کیا ہے وہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں موجود تھے وہ اوصاف اس طرح ہیں:

(۱) انسانیت کا علم اور اس سے دلچسپی یعنی انسان کی نفسیات ومزاج کی واقفیت رکھنا۔ (۲) فتح کا عزم مصمم۔ (۳) شجاعت وبہادری۔ (۴) خود اعتمادی اور دوسروں میں اعتماد پیدا کرنے کی صلاحیت۔ (۵) فراخ دلی۔ (۶) انتظامی مہارت۔ (۷) فوجی تربیت دینے کی قائدانہ صلاحیت۔ (۸) ذہنی اور جسمانی تندرستی۔

سپہ سالار کی شخصیت: اس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ سپہ سالار کی شخصیت جنگ کا محور ہوتی ہے، اس کی سمجھداری الجھے ہوئے معاملات سلجھاتی ہے اور آنے والے خطرات کا سدباب کرتی ہے، اس کی ثابت قدمی بڑے بڑے طوفانوں کا رخ پھیر دیتی ہے، اس کی بصارت سے سپاہ اپنی بصیرت منور کرتی ہے، سپہ سالار کے خلوص کی وجہ سے سپاہی موت کو گلے لگا لیتا ہے، اس کی نگاہ دشمن کے منصوبوں کو بھانپ لیتی ہیں، جبکہ سالار کی ذرا سی غفلت میدان کا نقشہ بدل دیتی ہے، ایک معمولی سی غلطی قوم کے صدیوں کے وقار کو خاک میں ملا دیتی ہے، سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت ہر طرح کے اوصاف سے مزین ہے۔

سپہ سالار عالم صلی اللہ کے تدبیراتی عوامل: قائد، کمانڈر، امیر اور سپہ سالار تقریباً ایک ہی مفہوم رکھتے ہیں، کوئی جماعت، لشکر، یونٹ، پلاٹون اپنے قائد کے بغیر کسی میدان میں کامیابی حاصل نہیں کرسکتی، جس طرح گھر میں ایک سربراہ ہوتا ہے اور گھر کے تمام افراد اس کی سربراہی میں کام کرتے ہیں اور یہ گھر اس کی سربراہی میں کامیابی سے چل رہا ہوتا ہے اسی طرح میدان جنگ میں بھی سپہ سالار کی ضرورت ہوتی ہے، سالار کے بغیر کامیابی حاصل کرنا انتہائی مشکل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تدبیراتی عوامل مندرجہ ذیل تھے۔

فوجی تربیت: جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو اس وقت ملت اسلامیہ ایک نئے دور میں داخل ہوئی اس وقت کفر کے ساتھ ٹکراؤ ہونا یقینی تھا، اسلئے صحابہ کرام کی مختصر سی جماعت کو تربیت کے کٹھن مراحل سے گزارا گیا جو زمانہ امن میں کسی بھی فوج کی سب سے بڑی ضرورت ہے، نظم وضبط، جسمانی صحت، اسلحہ کے استعمال پر قدرت، سپہ سالار پر اعتماد، نصب العین کی عظمت کا احساس یہ تمام اور اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ، سالار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور فیض نظر سے مجاہدین اسلام میں یہ صفات پیدا ہو چکی تھیں اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال عسکری قیادت اور حسن تدبیر کا واضح ثبوت ہے، جس کی مثال دنیا پیش کرنے سے عاجز ہے۔

ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل اوران کا حل

محفوظ احمد ۔ سعودی عرب

ہندوستان کی تعمیر وترقی میں مسلمانوں کا کردار ہمیشہ نمایاں رہا ہے،خواہ مسلم حکمرانوں کے دورکی بات جائے ، جنگ آزادی کی جد وجہد کا جائزہ لیا جائے یا آزادی کے بعد قائم ہونے والی جمہوری حکومت پر نگاہ ڈالی جائے ، ہر دور میں مسلمانوں کی خدمات فائق نظر آتی ہیں،ملک کے لئے دی گئی مسلمانوں کی قربانیاں یہاں کے بام ودر سے عیاں ہیں ۔ یہ بات بلاخوف تر دید کہی جاسکتی ہے کہ مسلمانوں کی خدمات ،ان کی قربانیاں،ان کی دانشمندی اور ذہانت وفراست کا اعتراف کئے بغیر ملک کا نہ تو وجود سمجھا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کی تاریخ مکمل ہوسکتی ہے۔مسلمانوں کی یہ خدمات تاریخ کے صفحات میں درج ہیں اوراسے پوری دنیا نے تسلیم کیا ہے۔ان کی خدمات اوران کے کمالات کو بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا،اگر چہ کبھی کبھی بعض متعصب مورخین نے تاریخ لکھتے وقت ان کے عظیم کارناموں کونظر انداز کرنے کی کوششیں کیں،لیکن وہ کامیاب نہیں ہوسکے۔

ماقبل آزادی اور مابعد آزادی ملک کے مسلمانوں نے ملک کے سیاسی ،سماجی ،معاشی اوراس کے علاوہ زندگی کے مختلف شعبوں میں مختلف کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں مثلا:(ا) بنیادی انفرااسٹرکچر کے علاوہ دہلی کی جامع مسجد، لال قلعہ جس کی چہار دیواری پر کھڑے ہوکر ہرسال ملک کے وزیراعظم ترنگا لہراتے ہیں اورملک کی عوام کوخطاب کرتے ہیں،قطب مینار اورآگرہ کا تاج محل وغیرہ جن پر ملک کو آج بجاطور پر ناز ہے،یہ سب کے سب مسلم بادشاہوں کی مرہون منت ہیں،ملک کی آزادی کے بعد مولانا ابوالکلام آزاد کانگریس پارٹی کے صدر رہے،ملک کے پہلے وزیر تعلیم بنے اورآپ نے ایک زبردست تعلیمی ادارے کی بنیاد ڈالی، چنانچہ یو جی سی University Grant Commission) جس پر ملک کا تعلیمی نظام قائم ہے کی بنیاد آپ ہی کے ذریعہ رکھی گئی (۲) ملک کی آزادی کے بعد ڈاکٹر ذاکر حسین ملک کے تیسرے صدر جمہوریہ منتخب ہوئے جبکہ گیارھویں مسلم صدر جمہوریہ ڈاکٹر اے پی جے عبدالکلام بنے اورآپ ہی نے ملک کوایٹمی طاقت عطا کی جس کی وجہ سے آج پوری دنیا میں فخر کے ساتھ ہم اپنے ایٹمی طاقت ہونے کا اظہار کرتے ہیں (۳)1965ء کی ہندو پاک جنگ میں ویر عبدالحمید خان غازی پوری نے جوکارنامہ انجام دیا اسے کون نہیں جانتا؟اس کے علاوہ ملک کے مسلمانوں نے ہمیشہ اور ہرموڑ پر ایک اچھا اور پرامن شہری ہونے کا ثبوت دیا ہے اگر چہ بہت سارے مواقع پر ان کے احساسات وجذبات کوزبردست دھچکا لگا لیکن انہوں نے ملک کے اندر امن وشانتی کو ہمیشہ برقرار رکھا اس کی زندہ مثال سپریم کورٹ کی طرف سے بابری مسجد اورشہریت ترمیمی بل کا غیر معقول فیصلہ ہے۔

موجودہ مسائل: ہندوستان کا آئین بہت جامع اور لچکدار ہے اس کے دستور میں تمام شہریوں کو یکساں حقوق دیئے گئے ہیں،مساوات،آزادی، انصاف اورتحفظ میں ہرایک کی حصہ داری بتائی گئی ہے، یہ اصول کسی بھی ملک کے لئے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں،لیکن اس کے باوجود ہندوستان میں آئین اور دستور کی سب سے زیادہ دھجیاں اڑائی گئیں،مسلمانوں، دلتوں، آدیواسیوں، کسانوں اورکمزورطبقات کے ساتھ دوسرے درجے کے شہری جیسا برتاؤ کیا جارہا ہے،انہیں انسانی حقوق سے محروم رکھا جارہا ہے، چندسالوں قبل اقوام متحدہ کے حقوق انسانی شعبہ نے ہندوستان میں اقلیتوں، دلتوں اورکمزورطبقات کے ساتھ ہونے والی عصبیت، تشدد اور مظالم پر سخت برہمی کا اظہار کرتے ہوئے اسے معاشی استحکام کا خطرہ بتایا تھا۔(اور یہ حالیہ دنوں میں ثابت بھی ہونے لگا ہے کہ چالیس سال بعد ملک کے اندر ایسی کساد بازاری دیکھنے کو آئی ہے)اقوام متحدہ نے ان پر ہورہے مظالم کوروکنے کی اپیل بھی کی تھی، ملک کی آزادی کے فورا بعد ایک منظّم انداز میں ہندو اور مسلمان کے مابین فرقہ وارانہ فسادات کا جولامتناہی سلسلہ شروع ہوا وہ آج بھی جاری ہے،اب تک کم وبیش سینکڑوں بڑے بڑے فرقہ وارانہ فسادات (Communal Riots) ہوچکے ہیں جس میں کم وبیش ہزاروں مسلمان شہید کردیئے گئے۔ذیل میں اس کا مختصر تذکرہ ملاحظہ فرمائیں:1948ء میں مرادآباد میں ہندومسلم فساد۔1964ء میں کلکتہ میں فرقہ وارانہ فساد ہوا جس میں ایک سو سے زائد افراد مارے گئے ۔ 1969ء میں گجرات میں یہی فساد ہوا جس میں آفیشل رپورٹ کے مطابق چھ سو ساٹھ لوگ اور غیر آفیشل رپورٹ کے مطابق دو ہزار لوگ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔1980ء میں ایک بار پھر مرادآباد میں ہندومسلم فساد ہوا جس میں سرکاری رپورٹ کے مطابق چارسو جبکہ غیر سرکاری رپورٹ کے مطابق ڈھائی ہزار سے زیادہ لوگ ہلاک ہوگئے۔1983ء آسام کے چودہ گاؤں میں فساد ہوا جس میں سرکاری رپورٹ کے مطابق دو ہزار سے زیادہ جبکہ غیرسرکاری رپورٹ کے مطابق دس ہزار سے زیادہ لوگ موت کی آغوش میں چلے گئے ۔ 1987ء میں میرٹھ کا ہاشم پورہ فساد ہوا جس میں تین سو پچاس لوگ ہلاک ہو گئے ،اس میں پولس نے بیالیس مسلم نوجوانوں کوزبردستی اپنی گاڑی میں بٹھایا اورشہر سے باہر لے جاکران کوگولیوں سے بھون دیا اور پھران کی لاشوں کوایک تالاب میں پھینک دیا،اگلے دن جب لاشیں پانی کے اوپر تیرنا شروع ہوئیں تولوگوں کواس واقعہ کا علم ہوا۔1985ء میں گجرات میں دوبارہ فساد ہوا جس میں دوسو پچھتر لوگ ہلاک ہوئے ۔1989ء میں بہار کا بھاگلپور فساد ہوا جس میں ایک ہزار لوگ ہلاک ہوئے اوراس میں تقریبا نوسو مسلم تھے۔1992ء دسمبر میں ممبئی میں فساد ہوا۔جس میں سات سو لوگ مارے گئے،1993ء میں بنگال منی پور فساد ہوا۔2002ء میں گجرات میں پھر فساد ہوا جس میں دو ہزار مسلمان قتل کر دیئے گئے ۔2006ء میں مالیگاؤں بم بلاسٹ ہوا۔2013ء میں مظفرنگر میں ہندومسلم فساد ہوا جس میں تقریبا سو سے زائد لوگ ہلاک ہوئے اوران میں اکثریت مسلم کی تھی،اس کے علاوہ مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دیئے جانے کا مسئلہ، بے قصور مسلمانوں کی گرفتاری کا مسئلہ، گئورکشا کے نام پر مسلمانوں کے قتل اوران کوحراساں کئے جانے کا مسئلہ، ماب لنچنگ کا مسئلہ طلاق ثلاثہ کا مسئلہ، بابری مسجد کا مسئلہ اوراب سی اے اے اوراین آرسی کا مسئلہ،اس طرح کے مسائل کی ایک لمبی فہرست ہے۔

آخری اورسب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ اس ملک کو ہندو راشٹر بنائے جانے کی پوری تیاری ہے۔2014ء اوراس کے بعد 2019ء میں دوبارہ بی جے پی کے اقتدار میں آنے کے بعد جوکچھ ہورہا ہے اس سے سنگھ کا ایجنڈا اورنظریہ دنیا کے سامنے عیاں ہوچکا ہے۔ان کا اولین مقصد آئین میں تبدیلی کرکے برہمنواد کے نظام کوتھوپنا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی انہیں مسلسل یہ خدشہ لاحق ہے کہ یہ بیس فیصد مسلمان کبھی بھی ہمارے اقتدار کے لئے خطرہ بن سکتے ہیں، ہماری پالیسی کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔اس لئے اولین فرصت میں مسلمانوں سے نمٹا جائے ، سیاسی سطح پر انہیں کمزورکیا جائے ، معاشی طور پر کنگال کر دیا جائے چنانچہ موجودہ حکومت اسی پالیسی پر گامزن ہے۔

ممکنہ حل: آیئے اب ان مسائل کا ممکنہ حل تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جسے ہم نے ذیل میں ترتیب دینے کی کوشش کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:(ا) کلمہ طیبہ کی اساس پر اتحاد ملت کوفروغ دیا جائے (۲) مسلکی اختلاف میں دوسری جماعت کے بزرگوں کے بارے میں علمی وفکری مباحث کے درمیان ایسی باتیں نہ کہی جائیں جوان کے معتقدین کے لئے دل آزاری کا سبب بنیں (۳) مسالک کے اختلاف کی گفتگو درسی اور علمی محفلوں تک محدود رکھی جائے اورعوام میں حتی الامکان ایسی گفتگو کولانے سے اجتناب کیا جائے (۴) اس بات کا خیال رکھا جائے کہ مسلکی اختلافات مسلمانوں کیلئے کسی بھی اعتبار سے نقصان اور بے وزنی کا سبب نہ بنیں (۵) مسلمانوں کے مشترکہ مسائل کو بلاتفریق مسلک مشترکہ طور پر مرکزی وریاستی حکومتوں کے سامنے پیش کیا جائے۔

اگر ہم نے ایسا نہیں کیا اورایک بار پھر چوک ہوگئی تو آنے والی نسلیں ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گی۔ان کا مستقبل مزید تاریک ہوگا اور ہندوستان کی تصویر مکمل طور پر بدل جائے گی کیونکہ:

تقدیر کے قاضی کا یہ فتوی ہے ازل سے ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

پریشانیوں سے مایوس نہ ہوں نوجوان

ناموافق حالات سے مایوس ہوکر بیٹھ جانا یقیناً بزدلی کی بات ہے، عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ ذاتی مسائل کا فوراً حل نہ ملنے پر نوجوان پریشان ہوکر خود کو بے بس اور لاچار تسلیم کر لیتے ہیں، انہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اس طرح منفی سوچ رکھنے والے انسان کی کارکردگی پر برے اثرات پڑتے ہیں۔

مشہور ماہر نفسیات ڈاکٹر البرٹ ایلس کے مطابق ''لوگ اپنی خواہشات کو ہر حالت میں پوری کرنے کو ہی ترجیح دیتے ہیں، جس کے سبب انہیں مختلف مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے، مثال کے طور پر نامور شخصیات کے ذریعہ خاص موقع پر اگر کسی کونظر انداز کر دیا جاتا ہے تو وہ ایسا سوچنے لگتا ہے کہ لوگ انہیں ناپسند کرتے ہیں، اس لئے ایسے وقت میں مایوسی سے بچنے کیلئے اپنے اندرون کی کمیوں پر غور وفکر کر کے جتنی جلد ہوسکے کوئی نہ کوئی مناسب حل ڈھونڈنا ضروری ہے، کسی بھی مقابلے میں ایک یا دوبار ناکام ہوجانے پر اعتماد کھونے کے بجائے مزید محنت اور لگن سے اپنی منزل کو حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کریں، اپنے شروعات کی ناکامی سے اپنے دل میں ایسے خیالات ہرگز نہ آنے دیں کہ آپ میں صلاحیت کی کمی ہے یا آپ کچھ بہتر کرنے کے قابل نہیں ہیں یا آپ کو کبھی بڑی کامیابی نہیں ملے گی؟''

ہرانسان کے لئے اپنی شخصیت کو جاننا بہت ضروری ہے، اگر آپ خودکوکمزور تصور کرتے ہیں تو آپ ایسے مقصد کو ہی پانے کی کوشش کریں جنہیں پانا آسان ہو، تاکہ کامیابی حاصل کرنے کے بعد خود کوشاباشی دے سکیں، اکثر نوجوان اپنی قابلیت اور صلاحیت کو جانے بغیر ہی دوسروں کی دیکھا دیکھی اونچے اونچے خواب دیکھنے لگتے ہیں، جب انہیں اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ملتی تو وہ اپنے آپ میں ٹوٹ کر بکھرنے لگتے ہیں، کچھ نوجوانوں کا خیال ہے کہ اگر وہ بچپن سے کمزور ہیں اور پریشانی میں جلدی گھبرانے لگتے ہیں تو وہ اپنی اس کمزوری کا ذمہ دار اپنے والدین کو ٹھہراتے ہیں، جبکہ ان کی یہ سوچ بالکل بے بنیاد ہے، وہ اگر تو خود کو بدل سکتے ہیں، لیکن اس کے لئے انہیں سخت محنت کرنی ہوگی، ضرورت پڑنے پر شخصیت سازی کی تربیت ماہر نفسیات سے حاصل کر کے ذاتی، خاندانی اور سماجی میل جول کے علاوہ حوصلے وجذبات کو خود احتسابی سے بڑھایا جاسکتا ہے، مایوسی اور منفی سوچ سے بچنے کے لئے تنہائی گوشہ نشین اور اکیلے پن سے گریز کریں، اپنے آپ کو دوستوں اور گھر کے افراد کے ساتھ مشغول رکھیں، اپنی کسی پریشانی کو دل کے اندر چھپا کر گھٹ گھٹ کر جینے کے بجائے اس میں دوستوں اور اہل خانہ کو شریک کریں۔

بچوں کی تربیت میں والدین کا رول سب سے اہم ہوتا ہے ہرایک والدین کو چاہئے کہ بچوں کی کسی خراب عادت پر اسے تنقید کا نشانہ بنانے کے بجائے ان کے جذبات کو سمجھنے کی کوشش کریں، تاکہ ان کی شرمیلی عادت ختم ہو، بلاوجہ ان کو غصہ نہ آئے اوران کے دل میں مجرمانہ جذبات پیدا نہ ہوں، انہیں اپنے جذبات وخیالات کے اظہار کا پورا پورا موقع ملنا چاہئے اوران کے مسائل کے حل کی کوشش بھی کرنی چاہئے ، نیز والدین کو یہ بھی چاہئے کہ وہ اپنے بچوں کے اندر خوداعتمادی کو پروان چڑھائیں، اگر اسی طرح بچپن سے ہی اس کی دیکھ ریکھ اور مناسب تربیت کی گئی تو یقینی ہے کہ بڑے ہوکر یہی نوجوان ملک وملت اورقوم کے لئے باعث صد افتخار ہوں گے، اس کے برعکس اگر اس کی تربیت سے بے اعتنائی برتی گئی، اس کی تعلیم کا معقول بندوبست نہ کیا گیا اوراسے شتر بے مہار کی طرح چھوڑ دیا گیا تو عین ممکن ہے کہ اس کی صلاحیتیں مفقود ہوجائیں، چونکہ یہی وہ نوجوان ہیں جن سے ملک وملت اورقوم کی امیدیں وابستہ ہیں، اگر وہ زیور تعلیم سے آراستہ ہوگئے تو وہ ایک بہتر روشن خیال ملک کی تعمیر میں معاون ہوں گے، اس بے حد مصروف اور بھاگ دوڑ کی زندگی میں اپنے خیالات وجذبات اور رویئے کو مثبت سمت دینے کی اشد ضرورت ہے، لہٰذا انسانوں کو بالخصوص نوجوانوں کو کامیابی کے لئے سخت کوشی کی عادت ڈالنی چاہئے، چونکہ امید کا دامن پکڑتے ہوئے زندگی کی حقیقت کو تسلیم کر کے مثبت قدم بڑھاتے رہنے کا نام ہی زندگی ہے، زندگی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، انسان کو اللہ کے سامنے اپنے ہر عمل کے لئے جواب دہ ہونا ہے، پوری زندگی کے علاوہ جوانی کا حساب الگ سے دینا ہے، چونکہ جوانی میں انسان کے بدن میں بہت زیادہ طاقت ہوتی ہے، اس وقت انسان کے دل میں امیدوں اور آرزوؤں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر بھی موجزن ہوتا ہے، اگر انسان اس وقت ہوش مندی کا ثبوت دیتے ہوئے جوانی کو اللہ کی امانت سمجھتے ہوئے اس کے حکم کے مطابق اگر جوانی کے لمحات کو صحیح مصروف میں لے آئے تو اس کے لئے سب سے بڑی کامیابی ہوگی۔

اس لئے جوانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے اس بیش قیمتی لمحات کی قدر کریں اور وہی عمل کریں جو اللہ کو خوش کرنے والا ہو، کیونکہ جوانی گزرنے کے بعد بہت افسوس ہوتا اور اس وقت افسوس کرنا لاحاصل ہوتا ہے، جوانی کو گزرنی ہے وہ کسی طور گزر ہی جائے گی، اس لئے ہم نے جوانی کی قدر نہ کی تو ہمیں بڑھاپے میں پچھتانا پڑے گا، ہوسکتا ہے ہم اس شعر کے مصداق ہوں۔

شباب جاتا رہا اور مجھے خبر نہ ہوئی
اسی کو ڈھونڈ رہا ہوں کمر جھکائے ہوئے

طب وصحت

چربی ختم کرنے والی غذائیں

روزانہ ورزش کے معمولات کو برقرار رکھنے کے ساتھ، اگر وزن کم کرنا چاہتے ہیں تو اس بات کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ آپ کیا کھاتے ہیں، اس کے مختلف عوامل ہیں۔

درج ذیل وہ غذائیں ہیں جو جسم کی چربی جلانے میں مدد کرسکتی ہیں۔ چربی کم کرنے والی غذائیں:

انڈے :

یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ وزن کم کرنے کی کوشش کے دوران انڈے بہترین غذا ہیں، یہ پروٹین کا ایک بڑا ذریعہ ہیں اور زیادہ دیر تک پیٹ بھرنے کا احساس دلانے کی صلاحیت رکھتے ہیں، کم کیلوری والی غذا کے لیے انڈے ناشتے کا مثالی آپشن ہوسکتے ہیں، انڈے غیر ضروری طور پر کھانے سے روک سکتے ہیں، اس کے ساتھ انڈوں میں پروٹین اور صحت مند چکنائی بھی زیادہ ہوتی ہے، جو جسم میں وٹامنز جذب کرنے میں مددگار ہوتی ہے۔

سبز چائے :

سبز چائے کو صحت مند ترین گرم مشروبات میں سے ایک سمجھا جاتا ہے، اس میں صفر کیلوریز ہوتی ہیں، سبز چائے میٹا بولزم کو بہتر بناتی ہے جس سے وزن تیزی سے کم ہوتا ہے، اعلیٰ میٹابولزم معمول سے زیادہ تیزی سے کیلوریز جلانے کے قابل بناتا ہے۔ سبز چائے میں موجود اہم عناصر میں سے ایک کیفین ہے، جو جسم میں توانائی کی سطح کو بڑھانے کا سبب بھی ہے، اس سے جسم میں زیادہ محنت کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

کافی:

کافی ایک اور صحت بخش مشروب ہے، چربی جلانے کے خواہش مند افراد کو اسے اپنی غذا میں شامل کرنا چاہیے، غور کرنے سے پتہ چلا ہے کہ ورزش کرنے سے پہلے کافی کا استعمال ورزش کے دوران جلنے والی چربی کی مقدار کو دوگنا کرسکتا ہے۔ کافی میں کیفین کی مقدار بھی زیادہ ہوتی ہے، جو جسم میں توانائی کی سطح کو بڑھاتی ہے، کافی کا مناسب استعمال ذہنی اور جسمانی طور پر توانائی بخشتا ہے۔

پتوں والی سبزیاں:

پتوں والی ہری سبزیاں جیسے پالک، بند گوبھی وغیرہ بھی چربی کو جلانے میں مددگار ثابت ہوسکتی ہیں، یہ سبزیاں آئرن، میگنیشیئم اور وٹامنز جیسے غذائی اجزاء سے بھرپور ہوتی ہیں اور کافی توانائی فراہم کرتی ہیں۔ یہ غذائی اجزاء ہاضمے کی صلاحیتوں کو بہتر بناتے ہیں اور چربی جلانے کو بھی فروغ دیتے ہیں۔

پتوں والی سبزیاں بہت سی خصوصیات کی حامل ہیں، انہیں دیگر غذائیت والی سبزیوں کے ساتھ پکایا جاسکتا ہے یا سلاد کے طور پر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔

ناریل کا تیل:

ناریل کسی بھی شکل میں جسم کے لیے بہت اچھا ہے، چاہے وہ ناریل کا پانی ہو یا ناریل کا تیل ہو۔ ناریل کا تیل کھانا پکانے کے دیگر تیلوں کے بہترین متبادل کے طور پر استعمال ہوسکتا ہے، ناریل کا تیل بہتر میٹا بولزم کے لیے معاون ہے۔

لوبیا:

سبزی خوروں کے لیے لوبیا پروٹین کا ایک بہترین ذریعہ ہے، گوشت کا ایک بہترین متبادل ہونے کے علاوہ، لوبیا فائبر اور کاربوہائیڈریٹ سے مالا مال بھی ہے۔

ناشپاتی کے فوائد

ناشپاتی کا شمار اُن پھلوں میں کیا جاتا ہے جسے اکثر لوگ نظر انداز کردیتے ہیں جبکہ ناشپاتی ایک میٹھا پھل ہے جس میں 84 فیصد پانی کی مقدار پائی جاتی ہے، ناشپاتی میں غذائی ریشے اور اینٹی آکسیڈینٹس بھرپور مقدار میں پائے جاتے ہیں جس کے سبب اس کے استعمال سے صحت پر بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ غذائی ماہرین کے مطابق ناشپاتی انسانی صحت کے لیے مطلوبہ غذائیت سے مالا مال پھل ہے، ناشپاتی کے استعمال سے ذیابیطس اور امراضِ قلب کے مریضوں کی صحت میں قدرتی بہتری آتی ہے، اس کے استعمال سے نہ صرف شوگر کی سطح برقرار رہتی ہے بلکہ کولیسٹرول بھی کنٹرول میں رہتا ہے جس کے باعث امراضِ قلب کا خطرہ کم ہوجاتا ہے۔ غذائی ماہرین کے مطابق ناشپاتی سوڈیم اور پوٹاشیم جیسے معدنیات سے بھرپور ہوتی ہے، ماہرین کی جانب سے خون کی گردش اور دل کی صحت کو بہتر بنانے کے لیے ناشپاتی کا استعمال ضروری قرار دیا جاتا ہے جبکہ ناشپاتی میں موجود فائبر بلڈ شوگر اور کولیسٹرول کی سطح کو نیچے لاتا ہے جس سے دل بہتر طریقے سے کام کرتا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ ناشپاتی کینسر جیسے مرض کے علاج میں بھی معاون ثابت ہوتی ہے، یہ اینٹی آکسیڈینٹ خصوصیات کے سبب جسم میں کینسر پیدا کرنے والے خلیوں کو مارنے کی صلاحیت رکھتی ہیں، یہ وٹامن سی اور وٹامن اے کا بھرپور ذریعہ ہونے کی وجہ سے جسم میں آزاد ریڈیکلز کے خلاف اینٹی آکسیڈینٹ کا کام کرتی ہے۔ غذائی ماہرین کے مطابق ناشپاتی بڑھتے ہوئے وزن کو کم کرنے میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے، ناشپاتی کھانے سے زیادہ دیر تک بھوک نہیں لگتی، اس پھل میں موجود فائبر قبض، پیٹ درد اور کمزور نظامِ ہاضمہ جیسے مسائل سے بچانے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

غذائی ماہرین کا کہنا ہے کہ سیب اور ناشپاتی دونوں میں پانی کی مقدار کافی زیادہ ہوتی ہے، چھلکوں کے ساتھ ان پھلوں کو کھانا اضافی فائبر فراہم کرتا ہے جو پیٹ کو زیادہ دیر تک بھرے رکھنے میں مدد دیتا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ ناشپاتی کے جوس کے بجائے مکمل پھل کو کھانا زیادہ فائدہ مند ثابت ہوتا ہے، مکمل پھل توند میں کمی لانے میں مدد دیتا ہے جس سے زیادہ فائبر جسم کو ملتا ہے۔ غذائی ماہرین کا کہنا ہے کہ جسمانی طور پر کمزور افراد کو ناشپاتی کا روزانہ استعمال کرنا چاہیے، اس میں پائے جانے والا گلوکوز فوری جسمانی توانائی فراہم کرتا ہے۔

حکیم مفتی اسعد المظاہری

ہفتۂ رفتہ

جگدیپ دھنکڑ نائب صدر جمہوریہ منتخب

ملک کے نئے نائب صدر جمہوریہ کے انتخاب کیلئے ہفتہ کو ہونے والی ووٹنگ میں این ڈی اے کے امیدوار جگدیپ دھنکھڑ کامیاب ہوئے ہیں۔ وہ ملک کے ۱۴/ویں نائب صدر جمہوریہ ہوں گے۔ ان کا مقابلہ اپوزیشن کی مشترکہ امیدوار مارگریٹ الوا سے تھا۔ جہاں دھنکھڑ کو ۵۲۸/ووٹ ملے، تو وہیں الوا کو صرف ۱۸۲/ووٹوں سے مطمئن ہونا پڑا، جب کہ ۱۵/ووٹوں کو ان ویلڈ قرار دیا گیا۔ جیت کیلئے ۳۹۰/ سے زائد ووٹ درکار تھے۔ پارلیمنٹ میں موجودہ اراکین کی تعداد ۷۸۸ ہے، جس میں سے صرف بی جے پی کے پاس ہی ۳۹۴/ارکان ہیں۔

دعاء مغفرت

جناب اظہر الحق عرف نرالے بابو مکھیا چین پور بنگرا، کڑھنی مظفر پور کا جواں سالی میں انتقال ہوگیا، وہ اس پنچایت کے تین بار مکھیارہ چکے تھے، اچانک دل کا دورہ پڑنے سے دنیا سے چل بسے، ان کے انتقال پر امارت شرعیہ کے نائب ناظم مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نے فرمایا کہ موصوف کے چلے جانے سے علاقہ کا بڑا خسارہ ہوا ہے، اور ملی سماجی کاموں کے لیے جس طرح وہ سرگرم عمل رہا کرتے تھے اس سے پورے حلقہ کو تقویت ملا کرتی تھی، نائب ناظم صاحب تعزیت کے لیے ایک وفد کے ساتھ ان کے گھر تشریف لے گیے، پس ماندگان کے لیے صبر جمیل اور مغفرت کی دعا فرمائی، نائب ناظم کے ساتھ مدرسہ محبوبیہ چین پور بنگرا کے ناظم تعلیمات مفتی محمد ثناء اللہ قاسمی اور مدرسہ اسلامیہ چھرا کلاں ویشالی کے استاذ ماسٹر محمد شمیم الہدیٰ بھی تھے، قارئین سے بھی دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

مولانا سہیل احمد ندوی کی ہمشیرہ کا انتقال

نہایت ہی دکھ اور افسوس کے ساتھ یہ خبر دی جارہی ہے کہ امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے نائب ناظم مولانا سہیل احمد ندوی صاحب کی ہمشیرہ محترمہ مہر النساء زوجہ شوکت حسین کا گذشتہ دنوں انتقال ہوگیا، ان کی عمر ۷۰/سال کے قریب تھی، انا للہ وانا الیہ راجعون، مرحومہ نہایت ہی نیک اور صوم وصلوٰۃ کی پابند خاتون تھیں، عرصہ سے بیمار تھیں، دوا وعلاج جاری تھا، مگر وقت موعود آپہونچا اور اللہ سے جاملیں، ان کی نماز جنازہ مولانا سہیل احمد ندوی نے جوگیا دیوراج مغربی چمپارن میں پڑھائی، اور وہیں تدفین عمل میں آئی، قارئین نقیب سے دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

راشد العزیری ندوی

پردھان منتری آواس یوجنا میں 31 دسمبر 2024 تک توسیع

مرکزی حکومت نے شہری علاقوں کے لیے پردھان منتری آواس یوجنا کو 31 دسمبر 2024 تک توسیع کردینے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ فیصلہ وزیر اعظم نریندر مودی کی صدارت میں ہوئی مرکزی کابینہ کی میٹنگ میں لیا گیا۔ سرکاری اطلاعات کے مطابق 31 مارچ 2022 تک پہلے سے منظور شدہ 122.69 لاکھ مکانات کی تکمیل کے لیے مالی امداد فراہم کی منظوری دے دی گئی ہے۔ ایک سرکاری ریلیز میں کہا گیا ہے کہ 2004 سے 2014 کے دوران 8.04 لاکھ مکانات تعمیر کیے گئے۔ مودی حکومت کے دور میں شہری علاقوں میں رہنے والے تمام اہل لوگوں کو پکے مکانات فراہم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ سال 2017 میں ایک کروڑ گھروں کی ڈیمانڈ تھی جس پر ایک کروڑ دو لاکھ گھر بنانے کا منصوبہ منظور کیا گیا اور 62 لاکھ گھر تیار کیے گئے ہیں۔ ریلیز کے مطابق ریاستوں سے 40 لاکھ مکانات کی ڈیمانڈ دیر سے موصول ہوئی تھی اس لیے ان کی تعمیر جاری ہے۔ بعدازاں اسکیم میں توسیع کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور 21 لاکھ اضافی مکانات کی تعمیر کی منظوری دی گئی۔ اس کے لیے 2 لاکھ 3 ہزار کروڑ روپے کی مرکزی امداد کو منظوری دی گئی ہے۔

راکیش ٹکیت نے دیا ایک اور کسان تحریک کا انتباہ

بھارتیہ کسان یونین (بی کے یو) کے ترجمان راکیش ٹکیت نے ایک اور کسان تحریک کا انتباہ دیا ہے۔ انہوں نے کسانوں سے کہا کہ اگر وہ اپنی زندگی اور زمین کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں تو متحد اور تحریک کے لئے تیار رہیں۔ صحافیوں سے بات کرتے ہوئے راکیش ٹکیت نے حکومت پر الزام عائد کیا کہ اس نے کسانوں کو مفت بجلی دینے کے اپنے انتخابی وعدے کو پورا نہیں کیا۔ اس کے علاوہ دیہاتوں میں بجلی کی شرحوں میں اضافہ اور اس کی غیر مستقل فراہمی کے مسئلہ کو بھی حل نہیں کیا ہے۔ ٹکیت نے مظفر نگر ضلع میں بڑھانہ قصبہ کے گاؤں بٹاوڑا میں پہلی 'جے جوان، جے کسان' پنچایت سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وہ آنے والے دنوں میں اس علاقہ میں اسی طرح کی مزید پنچایتوں سے خطاب کریں گے۔ ٹکیت نے اس دوران دفاعی خدمات میں بھرتی سے متعلق اگنی پتھ اسکیم پر بھی سوال اٹھائے۔ بی کے یو لیڈر نے الزام عائد کیا کہ حکومت نے کسانوں کا استحصال کیا ہے اور چینی ملوں نے کسانوں کے گنے کے بقایہ جات کی ادائیگی نہیں کی۔ آئندہ سیزن میں گنا ضلع مجسٹریٹوں کے دفتر میں پھینکنے کی دھمکی دیتے ہوئے ٹکیت نے کہا "مل مالکان کی جانب سے گنے کے بقایہ جات کی ادائیگی نہیں ہورہی ہے، جس سے کسانوں کی معاشی صورت حال خراب ہوگئی ہے۔

Volume:62/72,Issue:30 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND

NAQUEEB WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

شکوۂ ظلمت شب سے تو کہیں بہتر تھا
اپنے حصہ کی کوئی شمع جلاتے جاتے
(احمد فراز)

قانون کے نفاذ میں بھید بھاؤ کیوں؟

ڈاکٹر محمد منظور عالم

کسی بھی ملک، تنظیم اور سوسائٹی میں امن وامان، سلامتی اور انسانی حقوق کے تحفظ کیلئے قانون سازی اور اس کو عملی جامہ پہنانا ضروری ہے۔حالیہ دنوں میں تقریبا دنیا کے ہر ایک ملک، ہر ایک تنظیم اور ادارہ میں قانون اور دستور موجود ہے۔معمولی اداروں سے لیکر ملک تک کو چلانے کیلئے دستور اور قانون وضع کئے گئے ہیں تا کہ مرتب نظام عمل ہو سکے، ہر طرف سکون اور سلامتی رہے، ہر کسی کو اطمینان رہے۔

اسی لئے قانون کی تعریف کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ قانون دراصل اجتماعی اصولوں پر مشتمل ایک ایسا نظام ہوتا ہے جس کو کسی ادارے کی جانب سے کسی معاشرے کو منظّم کرنے کے لیے نافذ کیا جاتا ہے اور اسی پر اس معاشرے کے اجتماعی امور اور کارکردگی کا دارومدار ہوتا ہے۔دوسرے لفظوں میں اس کو یوں کہا جاسکتا ہے کہ قانون؛ رسمی اصول اور نظمیت کا ایک ایسا نظام ہے جو قانون اساسی، تشریع یعنی وضع قانون، عدالتی رائے جیسے شعبہ جاتِ عدل و انصاف اور حکومتی تضبیط پر محیط ہوتا ہے اور اسے معاشرے پر لاگو کرنے یا نافذ کرنے کے لیے) جب اور جتنی ضرورت پڑے (ریاستی طاقت کو استعمال میں لایا جاتا ہے۔قانون مکمل معاشرے پر لاگو کیا جاتا ہے اس لیے یہ اس معاشرے میں بسنے والے ہر ہر فرد کی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے۔مثال کے طور پر ایک قانون" عہد" ہے، جو ہر خریدی جانے والی چیز کی نظمیت کرتا ہے خواہ وہ ایک میڈیا ہاؤس ہو، تنظیم ہو یا ایک مالیاتی ادارہ سے متعلق کسی ماخوذہ بازار سے خریدا گیا کوئی مبادلہ ہو۔اسی طرح قانون جائیداد، جو غیر منقولہ جائیداد جیسے گھر، عمارت اور جائیداد وغیرہ کو خریدنے، بیچنے اور کرایے پر دینے سے متعلق لوازمات اور فرائض کا تعین کرتا ہے۔چناں چہ دنیا میں ملکی نظام کو چلانے کے لیے مختلف نظریات کے تحت قوانین بنائے گئے ہیں اور ان کے اجرا و نفاذ کے لیے ہر ممکن اقدامات کئے جاتے ہیں۔قانون پر عمل کو یقینی بنانے کیلئے متعدد ادارے کام کرتے ہیں، سارے محکمہ مستقل قانون کی پاسداری کو یقینی بنانے کیلئے قائم کئے جاتے ہیں لیکن کہیں اس کا خاطر خواہ نتیجہ سامنے آتا ہے اور کہیں قانون کے باوجود لاقانونیت نظر آتی ہے۔بدامنی کا ہی بول بالا ہوتا ہے۔

بھارت دنیا کے ان ملکوں میں شامل ہے جہاں کا آئین اور دستور جامع ہے۔جس میں سبھی مذاہب، ذات، نسل اور زبان کے جاننے والوں کو یکساں حیثیت دی گئی ہے۔ ہر ایک کو بنیادی حقوق فراہم کئے گئے ہیں۔سبھی کیلئے آزادی، انصاف، مساوات اور بھائی چارہ کی بات کی گئی ہے۔ کسی کو کسی پر کوئی بھی فوقیت اور دسترس حاصل نہیں ہے۔قانون کی نظر میں سبھی کی ایک جیسی حیثیت ہے۔کوئی بھی قانون سے بالاتر نہیں ہے۔قانون کی نظر میں برسر اقتدار اور حاکم وقت کے ساتھ ایک عام آدمی کی بھی حیثیت برابر ہے اور یہی چیزیں بھارت کو عالمی سطح پر ممتاز بناتی ہے کہ یہاں جمہوریت ہے، قانون ہے اور جامع آئین ہے لیکن اس کا دوسرا پہلو انتہائی شرمناک اور افسوسناک ہے کہ قانون کے نفاد میں بھید بھاؤ کیا جاتا ہے، ذات، دھرم اور مذہب دیکھ کر قانون پر عمل کیا جاتا ہے۔جرم ایک جیسا ہوتا ہے لیکن کسی کو سزا دی جاتی ہے اور دوسرے کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور یہیں سے انارکی، بدامنی اور بدنظمی کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ کسی بھی معاشرہ، سوسائٹی اور ملک کی کامیابی کیلئے جتنا ضروری قانون سازی ہے اس سے زیادہ ضروری انصاف کے ساتھ قانون کا نفاذ ہے۔آئین کے مطابق انصاف دینا ہے۔جب قانون کے نفاذ میں مذہب کو دیکھنے کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے، ذات، نسل اور علاقہ کی بنیاد پر جرائم کی فہرست بنائی جاتی ہے، شناخت، حیثیت اور مذہب دیکھ کر قانون نافذ کیا جاتا ہے تو پھر جرم کا سلسلہ کم ہونے کے بجائے بڑھنے لگتا ہے، جرائم پیشہ عناصر کے حوصلے بلند ہوجاتے ہیں، ایک کمیونٹی کے حوصلے پست ہوجاتے ہیں، ان کے اندر خوف وہراس پیدا ہوجاتا ہے دوسری طرف ایک کمیونٹی خود ہی قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیتی ہے، پولس اور انتظامیہ کے بغیر خود ہی قانون نافذ کرنے لگتی ہے، خود ہی ایکشن لینا شروع کردیتی ہے، ایسے عناصر خود کو قانون سے بالاتر سمجھنے لگتے ہیں اور پھر یہیں سے قانون کی دھجیاں اڑنے لگتی ہے ،معاشرہ اور سماج میں انارکی پھیل جاتی ہے اور لاقانونیت بڑھنے لگتی ہے۔

ہمارے ملک میں اب لگاتار ایسے واقعات پیش آرہے ہیں جہاں قانون نافذ کرنے والے ادارے دباؤ میں کام کررہے ہیں، ایک جیسا معاملہ ہوتا ہے لیکن کسی کے خلاف ایکشن لیتے ہیں اور کسی کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کرتے ہیں، بہت سارے معاملات ایسے ہوتے ہیں جو قانونی طور پر صحیح ہوتے ہیں، کوئی غیر قانونی عنصر اس میں شامل نہیں ہوتا ہے لیکن کسی کی شکایت پر پولس انتظامیہ اس کو غیر قانونی قرار دیکر کیس درج کر لیتی ہے اور جیل بھیج دیتی ہے۔بعض معاملوں میں شرپسند عناصر خود ہی قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں، خود کسی کو مجرم بنادیتے ہیں، اس سے تفتیش شروع کردیتے ہیں اور پھر بری طرح مارنا شروع کردیتے ہیں، کئی مرتبہ جان سے ماردیتے ہیں اور پولس بھی ایسے عناصر سے پوچھ تاچھ نہیں کرتی ہے کہ ان لوگوں نے خود کیوں قانون کو ہاتھ میں لینے کی کوشش کی تھی۔نہ ہی ایسے شرپسندوں اور جرائم پیشہ افراد کے خلاف کوئی قانونی کاروائی کی جاتی ہے
۔

حالیہ دنوں میں ایسے دسیوں واقعات سامنے آئے ہیں جس میں سے چندہ کا تذکرہ بطور مثال یہاں کررہے ہیں جیسے عوامی مقامات پر نماز پڑھنا کوئی آج کی بات نہیں ہے اور نہ ہی اس سے کسی کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔مختلف مذاہب کے ماننے والے اپنے مذہب پر عوامی جگہوں پر عمل کرتے ہیں اور ایک دوسرے کا باہمی احترام ہندوستان کی شناخت رہی ہے لیکن اب پلیٹ فارم، اسٹیشن اور ایسی جگہوں پر نماز پڑھنے کی وجہ سے کیس درج کیا جارہا ہے۔دوسری کمیونٹی کے لوگ پر بھی سڑکوں پر پوجا کرتے ہیں، اپنے مذہب کی نمائش کرتے ہیں، سرعام اپنے مذہبی امور کو انجام دیتے ہیں لیکن کوئی اعتراض نہیں کیا جاتا ہے۔

اتر پردیش کا ہی معاملہ ہے، 15 سال کے ایک اسکول کے طالب عالم پر اساتذہ نے گھڑی چوری کا الزام عائد کیا اور پھر کمرہ بند کر کے تین استاذ نے ایک ساتھ مارنا شروع کردیا اتنا مارا کہ اس کی موت ہوگئی۔آخر کیوں؟ ۔ان اساتذہ نے خود قانون کو ہاتھ میں لینے کی کوشش کیوں کی؟۔ بہار کے ویشالی میں کچھ لوگ بھیک مانگ رہے تھے، بجرنگ دل کے ممبران نے ان سبھی کو پکڑ کر جانچ شروع کردی اور بری طرح مارنا پیٹنا شروع کردیا۔

یہ محض ایک دو مثال ہے ورنہ ایسے واقعات کی لمبی فہرست ہے جہاں جرم ایک جیسا ہوتا ہے، لیکن کسی پر قانون نافذ کیا جاتا ہے اور کسی پر قانون کا کوئی اطلاق نہیں ہوتا ہے۔ برسبیل تذکرہ نوپور شرما اور محمد زبیر کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ جس میں شرما کی ابھی تک گرفتاری نہیں ہوسکی ہے جبکہ زبیر نے جرائم کو بے نقاب کیا اس کو جیل جانا پڑا۔

سوال یہی ہے کہ آخر قانون کے نفاذ میں بھید بھاؤ کیوں ہے؟۔قانون کا اطلاق سبھی پر برابری کے ساتھ کیوں نہیں ہورہا ہے؟۔قانون سبھی پر یکساں طور پر کیوں نافذ نہیں کیا جاتا ہے؟۔ذات، شخصیت، عہدہ اور منصب دیکھ کر کیوں قانون نافذ کیا جاتا ہے۔ جرم کی نوعیت اور اس کے سنگین اثرات کو دیکھنے کے بجائے جرم کا ارتکاب کرنے والے کی حیثیت اور مرتبہ دیکھ کر کاروائی کیوں کی جاتی ہے؟۔جمہوری ملک میں قانون کو جمہوری طور پر اہمیت کیوں نہیں دی جاتی ہے۔قانون کی پاسداری کرنے والے ادارے خود ہی کیوں قانون کی دھجیاں اڑاتے ہیں۔آئین ہند کی تمہید میں مساوات، آزادی، انصاف اور بھائی چارہ شامل ہے لیکن اس کے باوجود اس پر عمل نہیں کیا جاتا ہے۔عوام کے ساتھ برابری، آزادی اور انصاف کا معاملہ نہیں کیا جاتا ہے۔

جمہوریت کی مضبوطی، ملک کی ترقی، عوام کی خوشحالی اور عالمی سطح پر شناخت اور دبدبہ حاصل کرنے کیلئے برابری اور انصاف کے ساتھ قانون کا نافذ کرنا ضروری ہے۔حال ہی میں سپریم کورٹ آف انڈیا کے چیف جسٹس کا یہ بیان سامنے آیا ہے کہ جمہوریت اسی وقت قائم اور مضبوط رہے گی جب سبھی کو جمہوریت میں حصہ داری ملے گی، ہر ایک شہری کو اظہار رائے کی مکمل آزادی حاصل ہوگی۔اس کے علاوہ جمہوریت میں ترقی اور خوشحالی اسی وقت ممکن ہے جب معیشت میں سبھی کی حصہ داری ہوگی صرف چندلوگوں کی معیشت پر اجارہ داری نہیں ہوگی۔ایسا ملک جہاں معیشت صرف چندلوگوں کے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ معاشی نظام پر صرف چند مخصوص افراد کا کنٹرول ہوتا ہے وہاں جمہوریت کمزور ہوجاتی ہے۔ترقی اور خوشحالی کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے۔اس لئے جمہوریت میں ہر ایک کو اظہار رائے کی آزادی اور ہر ایک کی ترقی ضروری ہے۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اوپر دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798 رابطه اور واٹس اَپ نمبر

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ آپ نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔
(منیجر نقیب)